نوّاب بہادر یار جنگ

قائدِ ملّت

نوّاب بہادر یار جنگ

سیّد احمد اللہ نصرت ہاشمی

فائز سنز

لاہور ، راولپنڈی ، پشاور ، ملتان ، حیدر آباد ، کراچی

پہلی بار ——— ۱۹۷۱ء
تعداد ——— ۲۵۰۰
قیمت ——— ایک روپیہ

مطبوعہ فیروز سنز لمیٹڈ۔ لاہور • باہتمام عبدالحمید خان پرنٹر و پبلشر

نواب بہادر یار جنگ

آج ہم جس پاکستان میں آزادی اور اطمینان کے ساتھ زندگی بسر کر رہے ہیں، اسے حاصل کرنے کے لیے مسلمانوں کو بڑی کوششیں کرنی پڑیں۔ وہ جماعت، جس نے پاکستان حاصل کیا، آل انڈیا مسلم لیگ تھی اور اس کے رہنما تھے قائدِ اعظم محمد علی جناح، جن کی عظمت اور بڑائی کو ساری دُنیا تسلیم کرتی ہے۔

یوں تو قائدِ اعظم کے بہت سے ساتھی اور جاں نثار تھے مگر آزادی کی جنگ میں ان کا داہنا بازُو صرف ایک شخص کو کہا جا سکتا ہے جن کا نام محمد بہادر خاں تھا اور جن کی خطابت اور تقریر کے جادُو نے دس کروڑ مسلمانوں کو ایک مرکز پر متحد اور منظم کر دیا تھا۔ یہ اُن کی جادُو بیانی تھی جس سے متاثر ہو کر

مملکتِ حیدر آباد کے فرماں روا میر عثمان علی خاں نے انھیں بہادُر یار جنگ کا خطاب عطا کیا تھا۔ مُسلمانوں نے انھیں لِسان الاُمّت اور قائدِ ملّت کا خطاب دیا اور وہ اپنے اصل نام کی بجائے قائدِ مِلّت نواب بہادُر یار جنگ کے نام سے مشہُور ہوئے۔

قائدِ مِلّت کی مقبولیت اور کامیابی کا راز یہ تھا کہ وہ ایک سچّے اور پاک باز مُسلمان تھے، نماز روزے کے پابند، ہمدردِ قوم اور مخلص انسان۔ خدا نے ان کی زبان میں ایسا اثر دیا تھا کہ ہزاروں، لاکھوں کے مجمع کو اپنی تقریر کے چند ہی جُملوں سے ہم خیال اور گرویدہ بنا لیتے تھے۔

قائدِ مِلّت کو عِلم و ادب سے بھی گہری دلچسپی تھی۔ ان کے ذاتی کُتب خانے میں اُردُو، عربی فارسی اور انگریزی کی بہترین کتابیں تھیں۔ مُطالعہ کا اِس قدر شوق تھا کہ ہر روز ڈھائی سو صفحات پڑھ ڈالتے تھے۔ سیاست کے میدان میں قدم رکھنے سے پہلے اُنھوں نے پوری طرح اس کی تیاری کر لی تھی اس لیے سخت سے سخت حالات اور

آزمائشوں میں ذرا بھی نہ گھبراتے تھے۔

قائدِ ملت مسلمانوں میں کسی گروہ بندی اور فرقہ بندی کو پسند نہ کرتے۔ انھوں نے ہندوستان کے دس کروڑ مسلمانوں کو ایک مرکز اور ایک قائدِ اعظم سے وابستہ کر کے یہ ثابت کر دکھایا کہ مسلمان ایک قوم ہیں، عقائد کا فرق اُن میں کوئی اہمیت نہیں رکھتا۔

اسلام اور پاکستان کے داعی کی حیثیت سے ان کا مرتبہ اتنا بلند ہے کہ اپنی نوعیت کے لحاظ سے وہاں تک کوئی لیڈر پہنچ نہ سکا۔ اُنھوں نے اپنی تبلیغ سے تیس ہزار غیر مسلموں کو مسلمان بنایا اور پاکستان قائم کرنے کے لیے مسلمانوں کے دلوں میں بے پناہ جوش و خروش پیدا کر دیا۔ جب وہ آل انڈیا مسلم لیگ میں شامل ہوئے تو قائدِ اعظم نے فرمایا تھا "مسلم لیگ اب تک بے زبان تھی، بہادر یار جنگ کے شامل ہو جانے سے اسے زبان مل گئی۔

سلسلۂ نسب

دُرّانی نسل سے تعلّق رکھنے والے مُسلمان، جنھیں عام طور پر پنّی پٹھان کہا جاتا تھا، بہادُری اور شجاعت کے کارناموں کے سبب ہر زمانے میں مشہُور رہے ہیں۔ آج بھی اِس قبیلے کے لوگ مُجاہدینِ صُوبہ سرحد میں بکثرت موجود ہیں۔ پنّی پٹھانوں نے لودھی اور سوری خاندان کے دورِ حکُومت میں افغانستان سے ہجرت کی اور ہندوستان چلے آئے۔ یہاں وہ جن علاقوں میں آ کر آباد ہُوئے، وہ علاقے بارہ بستی کے نام سے مشہُور ہیں اور صُوبہ بہار اور ریاست جے پور میں واقع ہیں۔ جے پور کے پٹھانوں کا تعلّق مندو زئی قبیلے سے تھا۔ جو نوّاب میر نظام علی خان بہادر کے عہدِ حکُومت میں حیدر آباد پہنچا۔ اس کے افراد پیشے کے لحاظ سے سب کے سب تاجر تھے اور رنگ اور کپڑے کی تجارت کرتے تھے۔

مملکتِ حیدر آباد کے فرماں روا میر عثمان علی خاں نے انھیں بہادُر یار جنگ کا خطاب عطا کیا تھا۔ مُسلمانوں نے انھیں لِسان الاُمّت اور قائدِ ملّت کا خطاب دیا اور وہ اپنے اصل نام کی بجائے قائدِ مِلّت نواب بہادُر یار جنگ کے نام سے مشہُور ہوئے۔

قائدِ مِلّت کی مقبولیت اور کامیابی کا راز یہ تھا کہ وہ ایک سچّے اور پاک باز مُسلمان تھے، نماز روزے کے پابند، ہمدردِ قوم اور مخلص انسان۔ خدا نے ان کی زبان میں ایسا اثر دیا تھا کہ ہزاروں، لاکھوں کے مجمع کو اپنی تقریر کے چند ہی جُملوں سے ہم خیال اور گرویدہ بنا لیتے تھے۔

قائدِ مِلّت کو عِلم و ادب سے بھی گہری دلچسپی تھی۔ ان کے ذاتی کُتب خانے میں اُردُو، عربی فارسی اور انگریزی کی بہترین کتابیں تھیں۔ مُطالعہ کا اِس قدر شوق تھا کہ ہر روز ڈھائی سو صفحات پڑھ ڈالتے تھے۔ سیاست کے میدان میں قدم رکھنے سے پہلے اُنھوں نے پوری طرح اس کی تیاری کر لی تھی اس لیے سخت سے سخت حالات اور

آزمائشوں میں ذرا بھی نہ گھبراتے تھے۔

قائدِ ملت مسلمانوں میں کسی گروہ بندی اور فرقہ بندی کو پسند نہ کرتے۔ انھوں نے ہندوستان کے دس کروڑ مسلمانوں کو ایک مرکز اور ایک قائدِ اعظم سے وابستہ کر کے یہ ثابت کر دکھایا کہ مسلمان ایک قوم ہیں، عقائد کا فرق اُن میں کوئی اہمیت نہیں رکھتا۔

اسلام اور پاکستان کے داعی کی حیثیت سے ان کا مرتبہ اتنا بلند ہے کہ اپنی نوعیت کے لحاظ سے وہاں تک کوئی لیڈر پہنچ نہ سکا۔ اُنھوں نے اپنی تبلیغ سے تیس ہزار غیر مسلموں کو مسلمان بنایا اور پاکستان قائم کرنے کے لیے مسلمانوں کے دِلوں میں بے پناہ جوش و خروش پیدا کر دیا۔ جب وہ آل انڈیا مسلم لیگ میں شامل ہوئے تو قائدِ اعظم نے فرمایا تھا "مسلم لیگ اب تک بے زبان تھی، بہادر یار جنگ کے شامل ہو جانے سے اسے زبان مل گئی۔

سلسلۂ نسب

دُرّانی نسل سے تعلّق رکھنے والے مُسلمان، جنھیں عام طور پر پنّی پٹھان کہا جاتا تھا، بہادُری اور شجاعت کے کارناموں کے سبب ہر زمانے میں مشہُور رہے ہیں۔ آج بھی اِس قبیلے کے لوگ مُجاہدینِ صُوبہ سرحد میں بکثرت موجود ہیں۔ پنّی پٹھانوں نے لودھی اور سوری خاندان کے دورِ حکُومت میں افغانستان سے ہِجرت کی اور ہندوستان چلے آئے۔ یہاں وہ جن علاقوں میں آ کر آباد ہُوئے، وہ علاقے بارہ بستی کے نام سے مشہُور ہیں اور صُوبہ بہار اور ریاست جے پور میں واقع ہیں۔ جے پور کے پٹھانوں کا تعلّق مندو زئی قبیلے سے تھا۔ جو نوّاب میر نظام علی خان بہادر کے عہدِ حکُومت میں حیدر آباد پہنچا۔ اس کے افراد پیشے کے لحاظ سے سب کے سب تاجر تھے اور رنگ اور کپڑے کی تجارت کرتے تھے۔

قائدِ ملّت کے جدِّ اعلیٰ

قائدِ ملّت نواب بہادر یار جنگ کے جدِّ اعلیٰ نواب دولت خاں بھی ایک مشہور تاجر تھے۔ گیارھویں صدی کے آغاز میں وہ ریاست جے پور سے ایک تجارتی قافلے کے ساتھ حیدرآباد آئے اور انھیں اپنے سپاہیانہ اوصاف اور علمی قابلیت کی بناء پر نواب میر نظام علی خاں کے دربار میں رسائی حاصل ہو گئی۔ دکّن کا یہ حکمران بڑا ہی مردم شناس اور عالموں کا قدردان تھا۔ لہٰذا دولت خاں ایک اعلیٰ عہدے پر مامور کر دیے گئے اور ان کو جمعیت (فوجی دستہ) رکھنے کا اعزاز بھی مل گیا۔ فوجی دستے کے اخراجات کے لیے بالا گھاٹ کے نیچے صوبہ برار میں تقریباً ساڑھے چار لاکھ روپیہ سالانہ کی جاگیر عطا کی گئی اور اسی پر اکتفا نہیں ہوئی بلکہ ان کے خاندان کے جس قدر افراد بھی حیدرآباد آ چکے تھے ان سب کو ہر قسم کی سہولتیں اور مالی امداد دی گئی۔

محمدؐ دولت خاں کے تین بیٹے محمدؐ نصیب خاں محمدؐ ماندور خاں اور محمدؐ بہادر خاں تھے۔ محمدؐ نصیب خاں کو نواب ناصر الدّولہ کے دَورِ حکومت میں وفادارانہ خدمات اِنجام دینے پر منصب ہفت ہزاری اور نصیب یاور جنگ کا خطاب دیا گیا۔ ان کے بھائی محمدؐ ماندور خاں لا ولد تھے۔ چھوٹے بھائی محمدؐ بہادر خاں کے بیٹے کا نام نصیب یاور جنگ تھا۔ ان کے تین بیٹے ہوئے محمدؐ بہادر خاں، محمدؐ ماندور خاں اور محمدؐ دولت خان۔ یہی محمدؐ بہادر خاں آج بہادر یار جنگ کے نام سے یاد کیے جاتے ہیں۔

ولادتِ باسعادت

قائدِ ملّت نواب بہادر یار جنگ ۲۷ ذی الحجہ ۱۳۲۲ھ مطابق ۵ فروری ۱۹۰۵ء کو حیدر آباد میں پیدا ہوئے۔ ابھی وہ آٹھ ہی دِن کے تھے کہ ماں کی آغوش سے محروم ہو گئے۔ اس وقت سے چودہ برس کی عمر تک ان کی پرورش نانی نے کی جو ایک تعلیم یافتہ، روشن خیال اور

خدا ترس خاتون تھیں۔ انھیں قومی اور ملکی معاملات سے بھی بے حد دلچسپی تھی۔ یہ انھیں کی تربیت اور تعلیم کا اثر تھا کہ بہادر یار جنگ بچپن ہی سے با اخلاق، ملنسار اور محنتی طالب علم رہے۔ وہ اکثر کہا کرتے تھے "جو کچھ میرے اندر ہے وہ سب میری نانی صاحبہ کی تربیت کا فیض ہے۔"

ابتدائی تعلیم

بہادر یار جنگ کی ابتدائی تعلیم مشہور درس گاہ مدرسۂ عالیہ میں ہوئی۔ میٹرک تک تعلیم مفید الانام آل پیس ہائی سکول اور شہر کی ممتاز درس گاہ دارالعلوم میں زیرِ تعلیم رہے، چودہ برس کی عمر سے ایک بہت بڑے عالم حضرت علامہ شمسی سے عربی و فارسی، فقہ و حدیث اور ادب کی تعلیم حاصل کی اور ان میں کمال حاصل کیا۔ اس کے ساتھ ہی انگریزی زبان پر بھی عبور حاصل کرتے رہے مگر ان کی اصل قابلیت مسلسل اور بے پناہ مطالعہ کا نتیجہ تھی۔

والد کا اِنتقال

ابھی نواب بہادر یار جنگ کی عُمر اٹھارہ برس کی بھی نہ ہونے پائی تھی کہ نواب نصیب یاور جنگ کا حرکتِ قلب بند ہو جانے سے اِنتقال ہو گیا۔ والد کی بے وقت اور اچانک موت ان کے لیے بہت بڑا المیہ تھی۔ وہ اپنے بھائیوں میں سب سے بڑے تھے۔ اِس لیے جاگیر کے اِنتظامات اور گھر کی ساری ذمّہ داریوں کا بوجھ اُن پر آ پڑا مگر باوجُود کم سنی کے اُنھوں نے ہمّت نہ ہاری اور صبر و اِستقلال کے ساتھ کام کرنے لگے۔

پہلا کٹھن اِمتحان

اس کو بھی بہادر یار جنگ کی صلاحیت کا پہلا اِمتحان کہنا چاہیے کہ والد کی وفات کے وقت ان کی ساری جاگیر اور دُوسری تمام جائیداد ساڑھے چار لاکھ روپے میں رہن تھی۔ اس پر طُرّہ یہ ہُوا کہ وراثت کے جھگڑے بھی کھڑے ہو گئے۔

قرض خواہوں کے تقاضے اور جاگیر کے مُلازموں کے مُطالبے بڑھتے گئے۔ نتیجے میں وہ مُسلسل آٹھ سال تک اِنتہائی پریشانیوں میں گھرے رہے۔ اس طرح چھبیس سال کی عُمر تک اُنھوں نے دُنیا کو اس کے مُختلف رنگ، رُوپ میں دیکھ لیا۔ لیکن صبر و ہمّت مسلسل محنت اور ذاتی قابلیت سے تمام مُشکلات پر قابُو پا لیا اور زِندگی کے اس پہلے اور کٹھن اِمتحان میں وہ کامیاب رہے۔

معاشرتی سرگرمیوں میں حِصّہ

جاگیر کے اِنتظامات سے کچھ اطمینان نصیب ہُوا تو اُنھوں نے فِطری تقاضے اور شوق کی بنا پر معاشرتی سرگرمیوں میں حِصّہ لینا شرُوع کیا۔ سب سے پہلے حیدر آباد کے جاگیرداروں کی اِصلاح کا اِرادہ کیا جو فضُول خرچی اور عیش و عِشرت میں مُبتلا ہو کر نکمّے اور ناکارہ بن گئے تھے۔ بہادر یار جنگ نے انھیں جھنجھوڑا، عِبرت دِلا کر قابلِ فخر اسلاف کے نقش پر چلنے کی ترغیب دی۔ ان کی مُسلسل کوشِشوں کا نتیجہ نِکلا کہ

جاگیردار طبقے کے لوگ علم حاصل کرنے کی طرف مائل ہو گئے۔ اور ان میں کسی حد تک عزّتِ نفس پیدا ہوتی گئی۔

مجلسِ قانون ساز میں نمائندگی

۱۹۲۹ء میں نواب بہادر یار جنگ کو مجلس جاگیرداران کا جنرل سیکرٹری منتخب کیا گیا۔ اس کے ایک سال بعد ۱۹۳۰ء میں مجلس جاگیرداران کی طرف سے مجلسِ وضعِ قوانین میں نمائندگی کے لیے متفقہ طور پر ان کا انتخاب ہوا اور انھوں نے مسلسل چار سال تک نہایت ذمّہ داری اور کامیابی سے نمائندگی کے فرض کو انجام دیا جس کی وجہ سے طبقۂ جاگیرداراں اور حکومت میں ان کی مقبولیت اور قدر و منزلت بڑھ گئی۔ پھر حکومت کی طرف سے انھیں وزارت کی پیش کش کی گئی جسے قبول کرنے سے انھوں نے انکار کر دیا۔

خصائل و کردار

نواب بہادر یار جنگ ابتدائے عمر ہی سے نہایت ہمدرد،

حسّاس، منکسر المزاج، سادگی پسند اور نماز روزے کے پابند تھے۔ انھیں حیدر آبادی جاگیرداروں اور ہندوستانی اُمرا کی طرح نمود و نمائش، ٹھاٹ باٹ اور فضول باتوں میں وقت ضائع کرنے سے نفرت تھی۔ عیش و عشرت کی محفلوں اور امرا کے مشاغل سے وہ دُور کا واسطہ بھی نہ رکھتے۔ جب بھی فرصت ملتی تو ذکر و اذکار سے سکون حاصل کرنے کی کوشش کرتے۔ جھوٹ سے انتہائی نفرت تھی اور اکثر یہ حدیث دُہراتے رہتے "جھوٹا میری اُمّت میں سے نہیں ہے"۔ چنانچہ بڑی سے بڑی آزمائش کے موقع پر بھی کسی وقتی مصلحت کے پیشِ نظر انھوں نے کوئی غلط بات کہنا گوارا نہ کیا۔ ان کے ذہن کے کسی گوشے میں غرور و تکبّر کا نام و نشان تک نہ تھا، انکساری کا یہ عالم تھا کہ اپنے مُلازمین کے ساتھ ایک ہی دسترخوان پر کھاتے، مزارعین کے ساتھ فرشِ زمین پر بیٹھ کر اُن کے مُعاملات کو دل چسپی کے ساتھ اس طرح سُنتے جیسے وہ ان ہی کے خاندان کے افراد ہیں۔ پھر انھیں مشورے بھی دیتے اور حتی الامکان ہمدردی

اور مدد بھی کرتے ۔

عُلماء کا اِحترام

عُلمائے دین اور مشائخین سے ان کو بڑی گہری عقیدت تھی ۔ وہ ان کے یہاں پابندی سے حاضری دیا کرتے اور ان سے فیض حاصل کرتے۔ شُہرت اور مقبُولیت کے بلند مقام پر پہنچنے کے باوجود ان کی اِنکساری اور جذبۂ عقیدت میں ذرا بھی فرق نہ آ سکا ۔ اسی نیاز مندی نے ہر طبقہ کے علماء کو ان کا گرویدہ بنا رکھا تھا۔ عُلماء کی محفلوں کو وہ جنّت سمجھتے ۔ جہاں کہیں عِلمی مجالس منعقد ہوتیں یا میلادالنبیؐ کے جلسے ہوتے ، وہ بغیر دعوت کے وہاں پہنچ جاتے ۔ شُروع سے آخر تک نہایت توجّہ کے ساتھ تقریریں سُنتے اور اپنے دِل میں کامیاب مُقرّر بننے کی تمنّا لے کر واپس آتے ۔ فرُصت کے اوقات میں قرآن پاک ، سیرت النبیؐ ، قانُون ، سیاسیات اور معاشیات کا مُطالعہ ان کا دِل چسپ مشغلہ تھا ۔

ہمدردی اور حُسنِ سلوک

یُوں تو وہ مجموعی طور پر خوش فکر تھے ، لیکن جذبِ عمل ، جوشِ جہاد اور غور و فکر کا عنصر نسبتاً ان کے مزاج میں زیادہ تھا۔ پاکیزہ اخلاق اور بلند کردار دُوسروں کے لیے قابلِ رشک تھا۔ باکمال بزرگوں اور ممتاز عالموں سے وہ ابتدا ہی سے قریب رہے جس کی وجہ سے آپ کی خُدا داد صلاحیتوں کو جِلا ملی ۔ وہ جب بھی گفتگو کرتے تو ایسا محسُوس ہوتا کہ کوئی شفیق اور ہمدرد ہم کلام ہے ۔ بچّوں کے ساتھ ہمیشہ پیار و محبّت سے پیش آتے ، انھیں دین کی اچھّی اچھّی باتیں سُناتے ، پڑھنے لکھنے اور ہُنر سیکھنے کا شوق دِلاتے ، یتیموں کے ساتھ شفقت اور ہمدردی کرتے ، طرح طرح سے ان کی دِل جوئی اور مدد کرتے ۔ بیواؤں کی امداد اور بے روزگاروں کو روزگار سے لگانا ان کے فرائض میں داخل تھا۔ غریب لڑکیوں کی شادیاں کرا کے بے حد خوش ہوتے اور فرماتے " میں نے حج کا ثواب

پا لیا بشرطیکہ پروردگار میری نیکی قبول فرمائے۔"
غریبوں کی دعوت کو بڑی خوشی سے قبول کرتے اور اُمرا کی دعوتوں میں جانے سے گریز کرتے تھے۔ سخاوت، ہمدردی اور عوام کی دست گیری میں ان کا کوئی ثانی نہ تھا۔ جاگیر اور جائیداد سے جو آمدنی ہوتی اس میں سے اپنی گزر بسر کے لیے تھوڑی سی رقم رکھ کر باقی سب بیماروں کے علاج، طالب علموں کی فیسوں اور یتیموں اور بیواؤں پر صرف کر دیا کرتے۔ مجلسِ اتحاد المسلمین کے اخراجات کا بار بھی ایک طویل عرصے تک خود ہی برداشت کرتے رہے۔

خانگی ذمّہ داریاں

قومی ذمّہ داریاں جیسے جیسے بڑھتی گئیں، قائدِ ملّت کے لیے گھر اور جاگیر کے انتظامات کے لیے وقت نکالنا مشکل ہوتا گیا۔ مجلسِ اتحاد المسلمین کے ساتھ ساتھ مسلم لیگ اور کل ہند ریاستی مسلم لیگ کی ذمّہ داریوں کو پورا

کرنے میں وہ ایسے مصروف ہوئے کہ خانگی ذمہ داریوں سے کنارہ کشی اختیار کرنی پڑی اور ان کی لائق رفیقۂ حیات کو ان کا سارا بار اپنے سر لے لینا پڑا۔

معمولات

قائدِ ملّت نماز کے بہت پابند تھے۔ جہاں بھی نماز کا وقت آیا وہ فوراً اُٹھ کھڑے ہوئے۔ ان کا معمول تھا کہ نمازِ فجر کے بعد محلّے کی مسجد میں قرآنِ پاک کا درس دیا کرتے۔ وہاں سے تقریباً نو بجے اپنی کوٹھی بیت الاُمّت پہنچ کر ناشتہ کرتے پھر سیدھے مملکتی مجلسِ اتحاد المسلمین کے دفتر واقع دارالسلام جا پہنچتے۔ مجلس کے سیکرٹری جنرل مولوی محمد یامین زبیری صاحب سے تنظیمی اُمور اور دیگر مسائل پر تبادلۂ خیال اور مشورہ فرماتے، ضروری ہدایات اور احکامات جاری کرتے۔ پھر بیت الاُمّت واپس آ کر دوپہر کا کھانا کھاتے اور کچھ دیر کے لیے

قیلولہ کرتے ۔ ساڑھے تین بجے سے عام مُلاقات کرنے والوں کا سلسلہ شروع ہو جاتا ۔ ان میں غریب مزدور کسان اور امیر سب ہی ہوتے تھے ۔ آپ عموماً سلام میں پہل کرتے۔ ہر ایک سے خلوص و محبّت کا اِظہار کرتے، ان کے مسائل کو بڑی توجّہ اور ہمدردی سے سُنتے اور ہر ممکن طریقے سے اِعانت کرتے ۔

اخبارات

قائدِ مِلّت اخبارات کی آزادی کے زبردست حامی تھے ۔ ممکن حد تک ہر اخبار کا پابندی اور شوق سے مُطالعہ کرتے ۔ روزنامہ زمیندار لاہور ، روزنامہ رہبر دکن اور روزنامہ وقت ان کے پسندیدہ اخبارات تھے ۔ ان کے علاوہ وہ ہندوؤں کے اخبارات کا بھی مُطالعہ کرتے تھے ، مقامی اور بیرونی اخباری نمائندوں سے بڑی خندہ پیشانی سے مُلاقات کرتے ، ان کے سوالوں کا تسلّی بخش جواب دیتے ، اور بیانات و پیغامات سے نوازتے ہیں

کسی قسم کا تکلّف یا ٹال مٹول نہ کرتے۔ مدیرانِ جرائد کی بڑی عزّت کرتے اور ان سے سیاسی اور معاشی اُمور پر تبادلۂ خیال کر کے خوشی محسوس کرتے۔

خصوصی مُلاقاتیں

خصوصی مُلاقات کے موقع پر وہ اپنے رفیق و ہمدم اور مُشیرِ خاص محمّد یامین زبیری سیکرٹری جنرل مجلسِ اتحاد المسلمین کو اپنے ساتھ ضرور رکھتے اور ان سے مشورے کے بعد قطعی فیصلے کرتے۔ زبیری صاحب پر انھیں غیر معمولی اعتماد تھا اور اکثر فخر کے ساتھ کہا کرتے "اگر یامین زبیری جیسے مخلص، مُدبّر اور دُور اندیش ساتھی کی رفاقت حاصل نہ ہوتی تو میرا مشن ادھورا رہ جاتا۔"

مُسلمانوں کی تنظیم کے سلسلے میں قائدِ مِلّت کے ساتھ زبیری صاحب نے بھی بڑی سختیاں جھیلی تھیں۔ وہ آخر دم تک ایک جاں نثار دوست کی طرح قائدِ مِلّت کے ساتھ رہے۔

آج کل وہ کراچی میں خاموش زندگی بسر کر رہے ہیں۔

نشأۃ ثانیہ

وسیع تجربے، عوام سے قریبی تعلقات، ان کے مسائل کے مشاہدے، تدبّر اور دُور اندیشی نے ان پر مسلمانوں کے اتحاد اور مرکزیت کے فوائد کو آشکار کر دیا تھا۔ چنانچہ وہ اس خیال کے زبردست حامی تھے کہ صرف ضمنی عقائد کی بنا پر، جن کی دین میں کوئی اہمیت نہیں ہے۔ ملّتِ اسلامیہ کو گروہوں اور فرقوں میں تقسیم کر دینا اسلام کی اسپرٹ کے خلاف ہے۔ ان کی کوششوں ہی کا نتیجہ تھا کہ سُنّی، شیعہ، مہدوی، خوجے، میمن، بوہرے اور دیگر تمام فرقے ایک ہی رشتۂ اخوّت میں منسلک ہو کر اتحادِ ملّی کا رُوح پرور منظر پیش کر رہے تھے۔ مملکتی مجلسِ اتحاد المسلمین کی تشکیل ان ہی خطوط پر کی گئی تھی، حیدر آبادی اور غیر حیدر آبادی مسلمان کے فرق اور امتیاز کو بھی حرفِ غلط کی طرح مٹا دیا گیا تھا۔

آخر ہندوستان کی وسعتیں قائدِ ملّت کے جذبۂ عمل کی جولان گاہ بن گئیں اور اس کو اُن کے تدبّر کا ایک عظیم کارنامہ کہا جا سکتا ہے کہ قائدِ اعظم نے ان کی صلاحیت کا اعتراف کیا اور ان سے ہمیشہ متاثر رہے چنانچہ مسلم لیگ کے سالانہ اجلاسِ لاہور میں ہزارہا مسلمانوں کے اجتماع میں تعارف کراتے ہوئے قائدِ اعظم نے فرمایا " نواب بہادر یار جنگ، جنھوں نے مسلمانانِ حیدرآباد کی حیرت انگیز طریقے پر تنظیم کی ہے، اجلاسِ مسلم لیگ لکھنؤ سے میرے معین اور رہبر رہے ہیں۔"

کانگریس کی سازش

آخر ایک زمانہ وہ بھی آیا جب قائدِ ملّت کی بڑھی چڑھی شہرت اور ہمہ گیر مقبولیت سے ایک طرف انگریزوں کو ایشیا میں اپنے مفاد خطرے میں دکھائی دینے لگے۔ دوسری طرف انڈین نیشنل کانگریس کے فرقہ پرست

متعصب ہندو لیڈروں کو یہ خوف دامنگیر ہو گیا کہ کہیں پاکستان کے مطالبے پر سارے ہندوستان کے مسلمان متحد و منظم ہو کر ہندو راج کے منصوبے کے پرخچے نہ اڑا دیں۔ چنانچہ کانگریس نے مملکتِ حیدر آباد میں ہندوؤں پر مظالم کا ہمہ گیر اور بے بنیاد پروپیگنڈا شروع کر کے حیدر آباد کی مثالی پُر امن فضا کو فرقہ وارانہ فسادات سے زہر آلود کر دیا، آریا سماج کے جتھے بھیج کر مقامی نظم و نسق کو برہم کر دیا اور اتحاد المسلمین کے خلاف تخریبی کارروائیاں کرنے کی سازش شروع کر دی۔

قائدِ ملت نے اس سازش کو ختم کرنے کے لیے الہ آباد پہنچ کر ہندو لیڈر مسٹر نہرو اور دیگر کانگریسی رہنماؤں سے مذاکرات کیے۔ کانگریس کی بساطِ سیاست کے ان مہروں کو انھوں نے متنبہ کیا کہ حیدر آباد میں سیاسی اقتدار حاصل کرنے کے لیے ہندو کانگریس جو کھیل کھیل رہی ہے اس کا نتیجہ اس کے

حق میں اچھا نہ نکلے گا۔ اس پر کانگریس نے صورتِ حال کا جائزہ لینے کے لیے معتبر جاسوس حیدر آباد بھیجے اور مجلس کے مقابلے میں اپنی شکست کو یقینی سمجھ کر ساحرِ واردھا مسٹر گاندھی نے حیدر آباد میں ستیا گرہ اور سول نافرمانی کو اپنے ایک حکم کے ذریعے ختم کرا دیا۔

بے غرضی اور استقامت

آخر قائدِ ملّت نے ملّتِ اسلامیہ کے بدخواہوں کی ناپاک سازشوں کو ختم کر کے اپنی فراست اور تدبّر کا جو ثبوت پیش کیا اس سے ان کی قیادت مسلّم ہو گئی۔ مقبولیت کی سب سے بڑی وجہ یہ تھی کہ وہ نہ تو کسی تعریف کے آرزو مند تھے اور نہ ہی قوم سے کوئی صلہ چاہتے تھے۔

انھوں نے بلا امتیازِ مذہب و ملّت زندگی بھر ہر شخص کی حفاظت اور سلامتی کی کوشش کی۔ حیدر آباد کے پہلے فرقہ وارانہ فساد میں ہندو غنڈوں نے قائدِ ملّت کے دو جواں سال

بھانجوں کو، جو کالج سے واپس آ رہے تھے، راستے میں گھیر کر اِنتہائی بے دردی کے ساتھ شہید کر ڈالا۔ اس واقعہ سے مُسلمانوں میں شدید غم و غصّہ پھیل گیا۔ قائدِ ملّت کے کوئی اولاد نہ تھی، وہ ان بچّوں کو بے حد چاہتے تھے تاہم اُنھوں نے صبر کا دامن ہاتھ سے نہ جانے دیا اور جوشِ اِنتقام میں بپھرے ہُوئے مُسلمانوں، مسلّح عربوں، سوڈانیوں، افغانوں، پٹھانوں اور روہیلوں کو ہدایت کی کہ وہ اِنتقام کا خیال دِل سے نکال دیں اور صبر و سکُون کے ساتھ اِس المناک واقعہ کو برداشت کر لیں۔ اس طرح اُنھوں نے ایک بڑی خُونریزی کا دروازہ بند کر دیا جس سے امن پسند ہندُو طبقے کے دِلوں پر ان کی عظمت کا نقش ہمیشہ کے لیے بیٹھ گیا۔

اُصول پسندی

آزادی کی مُہم شرُوع ہونے کے بعد قائدِ ملّت کو دو بڑے محاذوں پر کام کرنا پڑا۔ ایک تو

حیدر آباد کے داخلی پیچیدہ مسائل کو سُلجھانے کا مُعاملہ تھا۔ دُوسرا قائدِ اعظم کے حُکم پر مُسلمانانِ ہند کی تنظیم نو کا مسئلہ۔ ان عملی اِمتحانات میں بعض ایسے بھی لمحات آ گئے جب وہ اصُول سے ذرا سا بھی ہٹ جاتے تو انھیں بڑے سے بڑا فائدہ حاصِل ہوتا مگر ڈپلومیسی اور مصلحتِ وقت کو چھوڑ کر حق کی حمایت میں وہ ہمیشہ اپنے اصُول پر اٹل رہے۔

عزم اور قُوّتِ ارادی

مارچ ۱۹۴۰ء میں جب ہندو کانگریس اور یونینسٹوں نے اِقتدار کے بل بوتے پر خاکساروں کو کچلنے کی کارروائی شرُوع کی تو قائدِ مِلّت نے لاہور جانے کا فیصلہ کیا۔ اس موقع پر اُن کے مُشیروں اور بہی خواہوں نے ان کے جانے کی مُخالفت کی لیکن قائدِ مِلّت نے کہا کہ مُسلمانوں کے لیے یہ بڑی آزمائش کا وقت ہے۔ ایسے میں وہ خاموش تماشائی نہیں رہ سکتے۔ بہر حال جب وہ لاہور پہنچے تو عام طور پر یقین کیا

جا رہا تھا کہ انھیں گرفتار کر لیا جائے گا۔ ان کے محترم دوست مولانا ظفر علی خاں نے بھی انھیں خاکساروں کے اجلاس میں شرکت سے روکا مگر قائدِ ملّت نے انھیں یقین دلایا کہ وہ حالات پر قابُو حاصل کر کے دکھائیں گے۔ مولانا کو ان کے قول کی صداقت کا پُورا یقین تھا۔ چنانچہ اُنھوں نے شرکت کی اجازت دے دی۔ قائدِ ملّت نے خطرے آنکھوں کے سامنے دیکھنے کے باوجود اجلاس میں شرکت کی اور سارے جھگڑوں کو اپنے ہاتھ میں لے کر نہایت خوش اسلوبی کے ساتھ طے کر دیا۔ اسی طرح میرٹھ کانفرنس تک بپھرے ہُوئے خاکساروں پر پُوری طرح قابُو پا لیا۔ جو سر سے کفن باندھ کر دشمنانِ اسلام سے اِنتقام لینے پر تُل گئے تھے۔

موت ایک کھلونا

قائدِ ملّت کو نام و نمُود اور جاہ و مرتبے کی کوئی خواہش نہ تھی۔ اُنھوں نے سیاست میں قدم رکھنے سے پہلے انجام پر اچھّی طرح غور کر

لیا تھا۔ انگریزوں کی اِسلام دُشمنی اور مُسلم کُشی سے بھی وہ خُوب واقف تھے۔ شہیدانِ قوم سراجُ الدّولہ، فتح علی ٹیپو، سیّد احمد بریلوی، سیّد احمداللہ شاہ اور بہادر شاہ ظفر کی زندگیاں ان کے سامنے تھیں۔ وہ موت کو بچّوں کا کھلونا سمجھتے تھے۔ چنانچہ کراچی میں مُسلم لیگ کے آخری اِجلاس منعقدہ ۲۶ر دسمبر ۱۹۴۳ء کو ایک بہت بڑے اجتماع سے خطاب کرتے ہُوئے کہا تھا:

"قائدِ اعظم۔ وہ دِن میرے لیے عید کا دِن ہو گا جس دِن مِلّتِ محمّدیہ کی خاطر اپنی گرہ کی آخری پائی اور اپنے خُون کا آخری قطرہ نچھاور کر کے فخر و ناز کروں گا۔ جس دِن میرے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں اور میرے پاؤں میں بیڑیاں ہوں گی اور جس دِن میرا جسم زخموں سے چُور ہو گا۔"

بذلہ سنجی

عالِم اور سیاست دانوں کے بارے میں یہ بات عام طور پر مشہُور ہے کہ وہ سنجیدہ اور

خشک مزاج ہوتے ہیں۔ لیکن قائدِ ملّت کے مزاج میں قدرت نے ظرافت، شگفتگی اور بے ساختگی کوٹ کوٹ کر بھر دی تھی۔ وہ شاعر بھی تھے اور ہمیشہ فی البدیہہ شعر کہا کرتے تھے۔ حضرت جگر مُراد آبادی اپنے مجموعۂ کلام "آتشِ گُل" کو قائدِ ملّت کے نام معنون کرتے ہُوئے لکھتے ہیں:

"میں اپنے اس مجموعۂ کلام کو قائدِ ملّت کے نامِ نامی سے منسُوب کرنا اپنا اخلاقی اور ادبی فرض تصوّر کرتا ہُوں جو مجسّم اخلاق، سراپا گُداز، فقید المثال مُقرّر، کامیاب مُصلح، اپنے وقت کے عظیم المرتبت خطیب اور ایک جری انسان تھے۔ جن کے گفتار و کردار میں کوئی تضاد نہ تھا۔ وہ بیک وقت تمام محاسنِ شعری کا احاطہ کر لیتے اور اچھے شعر سے اِتنی شِدّت کے ساتھ مُتاثر ہوتے کہ میں نے پُوری زندگی میں ایسا کوئی دُوسرا خوش مذاق نہیں دیکھا۔ وہ بذاتِ خود بھی اچھے شاعر تھے۔ خدائے رحمٰن و رحیم ان کی رُوح کو قُربِ خاص عطا فرمائے۔"

بلادِ اسلامیہ کے سفر میں عربی اور فارسی زبان

میں ان کی فصیح و بلیغ گفتگو نے اہلِ علم اور اکابرین کو حیرت میں ڈال دیا تھا۔ نادر شاہ نے ان سے طویل گفتگو کے بعد اپنے مُصاحبین کو مخاطب کر کے کہا تھا۔" نواب صاحب فارسی زبان کے محاوروں کو بڑی خوب صورتی سے استعمال کرتے ہیں۔" اُردو، عربی اور فارسی کے علاوہ انگریزی زبان پر بھی ان کو عبور حاصل تھا۔

بلادِ اسلامیہ کا سفر

۱۹۳۰ء میں قائدِ ملّت نے حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کی۔ پھر بارگاہِ رسالت میں حاضری کا شرف حاصل کرنے کے لیے مدینہ منورہ پہنچے اور وہاں سے عراق، شام، مصر، فلسطین، ترکی، ایران اور افغانستان کا دورہ کیا۔ ہر مُلک کے اکابرین اور حکومت کی جانب سے ان کا بڑی گرمجوشی سے استقبال کیا گیا۔ اس سفر میں آپ نے ہر مُلک کے علماء، سیاسی لیڈروں اور حکومت کی اہم شخصیتوں سے مُلاقات کی۔ خاص طور پر ترکی، مصر اور حجاز میں سیاسی و معاشرتی

مسائل کے علاوہ مُسلمانوں کے عالمِ گیر اِتحاد اور اسلامی مُلکوں کے مسائل پر تفصیلی گفتگو کی - ان کی بہترین رائے ، وسیع معلومات اور سیاسی تدبّر کا بہت اچھا اثر قبول کیا گیا - بڑے بڑے اخبارات نے مُتفقہ طور پر ان کو عالمِ اسلام کے مُستقبل کی قیادت کے لیے اُمّید کی روشنی سے تعبیر کیا اور ان کے اخلاق ، سیاسی تدبّر، دُور اندیشی اور مسلمانانِ عالم سے ان کی محبّت کی تعریف کرتے ہُوئے سیاسی ، اِقتصادی اور معاشرتی مسائل پر ان کے خیالات اور افکار کی اِشاعت کی گئی -

انجمن حمایت الاسلام

سفر سے واپسی پر آپ نے ہندوستان کے تقریباً تمام اہم شہروں کا دورہ کیا اور مُسلمانوں کے حالات کو اپنی آنکھوں سے دیکھا - لاہور میں قیام کے دوران میں مشہور تعلیمی ادارے انجمن حمایت الاسلام کا تفصیلی مُعاینہ کر کے اطمینان اور خوشی ظاہر کی اور اس کے نصابِ تعلیم کو

بے حد پسند فرمایا۔ غرض وہ ہندوستان کے جس شہر میں بھی گئے وہاں مسلمانوں کو انجمن کے نصابِ تعلیم کو اپنانے کا مشورہ دیا۔ خاص طور پر ابتدائی درجوں کے طلبا کے لیے بے حد مفید قرار دیا۔

اقبال کا مردِ مومن

حکیم الامت مفکرِ اسلام علامہ اقبالؒ سے قائدِ ملت کو گہری عقیدت تھی۔ خود علامہ اقبال بھی ان کے بڑے ہی قدر شناس تھے۔ لاہور میں قیام کے دوران میں ہر روز وہ علامہ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور تنہائی میں اہم امور پر گھنٹوں تبادلۂ خیال کرتے۔ علامہ اقبال انھیں بے حد عزیز رکھتے تھے۔ کیونکہ انھیں جس مردِ مومن کی تلاش تھی ان کی آنکھوں نے اسے بہادر یار جنگ کے روپ میں دیکھ لیا تھا۔

۲۱ر اپریل ۱۹۳۸ء کو جب علامہ کے وصال کی خبر ملی تو وہ سکتہ کے عالم میں رہ گئے۔

کئی دنوں تک چُپ چُپ رہے۔ پھر اپنی کوٹھی پر ہر ہفتہ درسِ اقبال کا سلسلہ شروع کر دیا اور حیدر آباد کے چپّے چپّے میں بزمِ اقبال کے نام سے ادارے قائم کر کے اِقبال کے پیام کو بڑے پیمانے پر عوام تک پہنچانے کی ایسی شان دار کوشش کی جس کی نظیر آج تک کوئی بڑے سے بڑا اِدارہ پیش نہ کر سکا۔ اِقبالؒ سے عقیدت کا اِظہار وہ نہ صرف نشست و برخاست کے موقع پر کرتے بلکہ ان کی کوئی تقریر ذکر و فکرِ اِقبال سے خالی نہ ہوتی۔ مجلسِ اِتحاد المسلمین کے سالانہ اجلاس کے موقع پر، جب لاکھوں مُسلمانوں کا اِجتماع ہوتا تھا، تو جلسہ گاہ کے وسیع و عریض میدان کو نہایت اہتمام کے ساتھ اِقبالؒ کے اشعار سے سجایا جاتا تھا۔

اِقبالؒ کے اشعار کو موقع محل کی مُناسبت سے اِستعمال کرنا اُن کے حِصّے میں آیا تھا۔ چنانچہ مُسلم لیگ کے آخری اجلاس منعقدہ کراچی میں ۲۶ر دسمبر ۱۹۴۳ء کو اپنی تقریر میں قائدِ اعظم

مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:
"قائدِ اعظم۔ آپ مایوس نہ ہوں، آپ کے دوست اور پرانے ساتھی حضرت اقبالؒ نے شاید آپ ہی سے مخاطب ہو کر کہا ہے:

اے رہبرِ فرزانہ مایوس نہ ہو اِن سے
کم کوش تو ہیں لیکن بے ذوق نہیں راہی"

نیا ابنِ بطوطہ

دہلی میں قیام کے دوران حضرت خواجہ حسن نظامی کی فرمائش پر انھوں نے ایک یادگار اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے اسلامی ملکوں اور ایشیا کے مستقبل پر ایسی معلومات آفریں تقریر کی کہ عوام و خواص کے دلوں پر ان کی خطابت کا سکہ بیٹھ گیا۔ اس اجتماع میں ہندو مسلم قائدین، والیانِ ریاست، وزرائے حکومت، علماء، پروفیسر اور طالب علموں نے بڑی تعداد میں شرکت کی تھی۔ اس تقریر کی اہمیت کا اندازہ اس واقعہ سے لگایا جا سکتا ہے کہ ہندوستان ٹائمز کے مسٹر چمن لال نے اسے تاریخ سیاحت اور

سیاست کا اہم ترین خطبہ قرار دیا۔ اس کی اسّی ہزار کاپیاں چھپوائیں اور ہندوستان کے گوشے گوشے میں تقسیم کروائیں۔ اِس اِجتماع میں حضرت خواجہ حسن نظامی نے قائدِ مِلّت کو "نیا ابنِ بطوطہ" کا خطاب دیا تھا۔

پہلی کامیاب تقریر

مملکتِ حیدر آباد میں عید میلاد النبیؐ ہر سال بڑے پیمانے پر نہایت شان دار طریقے سے منائی جاتی تھی جس میں بیرونِ حیدر آباد کے عُلماء بھی شرکت کرتے تھے۔ فرمانروائے دکن میر عثمان علی خان بھی بذاتِ خود شریک ہوتے۔ اس زمانے میں حیدر آباد میں مولانا مناظر احسن گیلانی اور حکیم مقصُود علی خان کی خطابت کی بڑی دُھوم تھی۔ مولانا مناظر احسن گیلانی کی فرمائش پر اُنھوں نے پہلی بار ایک ایسے اجتماع کو مُخاطب کیا جس میں اہلِ علم و ادب اور بڑے بڑے عالموں کے علاوہ تقریباً دو دو لاکھ مُسلمان جمع تھے۔ جب وہ تقریر کرنے کے لیے

شہ نشین کے پاس پہنچے تو اُن کی کم عُمری کو دیکھ کر لوگ طرح طرح کی چہ میگوئیاں کرنے لگے لیکن جب اُنھوں نے تقریر کا آغاز کیا، آیہ "اِن کُنتم تُحِبّون اللہ" کی توضیح اور تفسیر میں پھول بکھیرنا شروع کیے تو سارا مجمع عش عش کر اُٹھا۔ ان کے ایک ایک جملے پر علماء اور اہلِ علم سر دُھننے لگے خود اعلیٰحضرت بے حد متاثر ہُوئے۔ دُوسرے ہی دِن دربارِ سُلطانی سے انھیں "بہادر یار جنگ" کا خطاب عطا کیا گیا جو ان کی بے نظیر خطابت کی اِمتیازی سند ہے۔

ادبی اور علمی مجالس

تھوڑے ہی عرصے میں ان کی خطابت کی دھوم مچ گئی اور وہ ایک عرصۂ دراز تک میلادُ النبیؐ کے جلسوں کو مخاطب کرتے رہے۔ جب ان کی مقبولیت اور شہرت بڑھ گئی تو علمی و ادبی اجتماعات میں انھیں بطورِ خاص دعوت دی جانے لگی۔ اس طرح سنجیدہ حلقوں میں ان

کی قدر و منزلت بڑھ گئی اور ہر بڑے علمی اجتماع اور کانفرنسوں میں ان کی تقریر کو لازمی قرار دیا گیا۔

پہلی سیاسی تقریر

برطانوی ہند کی مرکزی مجلس قانون ساز میں جب ساردا بل پیش ہوا تو مسلم حلقوں میں خصوصاً اور سناتنی حلقوں میں عموماً اس بل کے خلاف احتجاج شروع ہوا۔ حیدر آباد میں بھی مسودۂ قانون کی حمایت اور مخالفت میں جلسے ہونے لگے اور ایک ہندو مسلم متحدہ جلسہ نواب میر فیاض علی خان کی کوٹھی کے وسیع احاطے میں منعقد کیا گیا جس میں قائدِ ملت نے ساردا بل کی مخالفت میں ایسی پُر اثر تقریر کی جس سے ہندو مسلمان دونوں قوموں کے افراد میں ان کی مقبولیت میں اضافہ ہو گیا۔

دکن کے مسلمانوں کی تنظیم

دکن کے مسلمانوں پر ایک طویل عرصے سے

جمود طاری تھا۔ غریب جہالت کے اندھیروں میں ٹھوکریں کھا رہے تھے، متوسط طبقہ کشمکشِ روزگار سے دو چار تھا اور اُمراء کی حالت بد سے بد تر ہوتی جا رہی تھی۔ مِلّتِ اسلامیہ مختلف گروہوں اور فرقوں میں تقسیم ہو کر اِنتشار اور پستی میں مُبتلا تھی۔ جامعہ عثمانیہ کے قیام سے علم کی روشنی کچھ کچھ پھیل ضرور چکی تھی مگر طالب علموں کا مقصد سوائے مُلازمت حاصل کرنے کے کچھ اور نہ تھا —— بلادِ اسلامیہ کی سیاحت اور علّامہ اِقبال سے مُتاثّر ہونے کے باعث قائدِ مِلّت کے فکر کا دائرہ وسیع ہو گیا تھا۔ وہ نہ صرف حیدر آباد بلکہ ساری دُنیا کے مُسلمانوں کو مُتحد کرنے کے آرزو مند تھے مگر وہ جانتے تھے کہ جب تک گھر کی اِصلاح نہ ہو جائے باہر کا رُخ کرنے سے کچھ حاصل نہ ہو گا۔ لہٰذا اُنھوں نے سب سے پہلے اِتحاد و تعلیم پر توجّہ کی۔

تبلیغ

اِس سلسلے میں قرنِ اوّل کے مُسلمانوں کے

نقشِ قدم پر چلتے ہُوئے قائدِ مِلّت نے سب سے پہلے تبلیغِ دین کے فرض کو پُورا کیا، شہر شہر دیہات دیہات پیدل سفر کیا اور لوگوں کو اِسلام کی دعوت دی۔ ان کوششوں سے کم و بیش تیس ہزار غیر مُسلموں نے بخوشی اِسلام قبول کیا قائدِ مِلّت نے ان کے لباس، روزگار اور تعلیم کا مُستقل اِنتظام کیا اور پُرانے اور نئے مُسلمانوں کے درمیان شادی بیاہ کا سِلسلہ قائم کروایا۔

مجلسِ اتّحادالمسلمین

مُسلمانوں میں شعورِ مِلّی اور احساسِ خودی پیدا کرنے میں نواب بہادر یار جنگ کی قوّتِ عمل کا بڑا حِصّہ ہے۔ اُنھوں نے چند مُخلص مُعاونوں کی مدد سے مجلسِ اِتحاد المُسلمین کو، جو اب تک صرف ایک تبلیغی اور دینی جماعت تھی، وقت کے تقاضوں کے مُطابق سیاسی خطوط پر اُستوار کیا۔ اضلاع، تعلّقوں اور قصبوں میں اس کی شاخیں قائم کیں اور پھر تو مُسلمان اس جماعت میں جوش و خروش کے ساتھ شریک ہونے لگے۔

رفتہ رفتہ برسوں سے چھائی ہوئی بے حسی دُور ہوتی گئی اور چند ہی سال کے اندر اندر یہ جماعت ایک طاقت ور تنظیم کے رُوپ میں پُورے ہندوستان میں مشہور ہو گئی۔

رضاکار تنظیم

مِلّت کی شیرازہ بندی کے ساتھ عسکریت کی اہمیت اور ضرورت کو بھی قائدِ مِلّت نے کبھی نظر انداز نہیں کیا چنانچہ اُنھوں نے رضاکار تنظیم قائم کی۔ یہ وہی تنظیم ہے جس نے کانگریس اور ہندو سامراج کے اقتدار کی بُنیادوں کو ہلا کر رکھ دیا تھا۔ اگر قائدِ مِلّت کے بعد مُسلمانانِ دکن کی قیادت کی باگ ڈور صحیح ہاتھوں میں ہوتی تو ہندوستان کا نقشہ آج کچھ اور ہی ہوتا۔

مُسلم لیگ سے دائمی وابستگی

قائدِ مِلّت خاکسار تحریک کے ایک سرگرم رُکن تھے۔ مگر اُصولی اِختلاف کے سبب اُنھوں

منتخب کر لیا گیا۔ اُنھوں نے ریاستوں کا دورہ کر کے قلیل عرصے میں مسلمانوں کو متحد اور منظم کر دیا چنانچہ ریاستی مسلم لیگ کی تنظیمی قوت نے پاکستان کی مہم کو آسان کر دیا۔

برطانیہ کو انتباہ

دوسری عالمگیر جنگ سے پیدا ہونے والی صورت حال نے حیدر آباد کے مستقبل کے لیے بڑی تشویش ناک تھی۔ حکومتِ برطانیہ نے جنگ کی تباہ کاریوں اور عوام کے مطالبۂ آزادی سے گھبرا کر ہندوستان کو جنگ کے خاتمے کے بعد مقبوضاتی درجہ دینے کا وعدہ کر لیا تھا۔ بہادر یار جنگ انگریزوں کی مسلم دشمنی اور روایتی بدعہدی کو بخوبی جانتے تھے۔ چنانچہ اُنھوں نے حکومتِ برطانیہ سے حیدر آباد کے ان علاقوں کی واپسی کا مطالبہ کیا جو انگریزوں نے اپنی مالی حالت درست کرنے کے لیے حضور نظام سے بطور امداد حاصل کیے تھے۔ اس مطالبے کی حمایت میں

پورے ہندوستان میں یوم حیدر آباد منایا گیا۔ مسلمانوں کے اس احتجاج کا خاطر خواہ نتیجہ نکلا اور حکومت نے اُن کے مطالبہ پر غور کرنے کا وعدہ کر لیا۔ انھوں نے اس یقین دہانی کے بعد مقبوضہ علاقوں صوبہ برار، بجواڑہ، مرتضیٰ نگر، مچھلی مندر، کڑپا، کرنول اور ارکاٹ کا دورہ کیا اور رائے عامہ کو حیدر آباد کے حق میں ہموار کر لیا۔

قائدِ اعظم کا جانشین

نواب بہادر یار جنگ ابھی حیدر آباد کے پیچیدہ مسائل کو سلجھانے میں منہمک تھے کہ قائد اعظم نے انھیں صوبۂ سرحد کا دورہ کر کے ہندو کانگریس اور اس کے زر خرید ایجنٹوں کی سازشوں کا قلع قمع کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ وہ فوراً ہی حیدر آباد سے سرحد جا پہنچے۔ اور جگہ جگہ مسلمانوں کو ہندو کانگریس کے ناپاک اور خوفناک عزائم سے باخبر کر کے سبز ہلالی پرچم تلے متحد و منظم کر دیا۔ سرحد میں مسلم لیگ

کی حیرت انگیز مقبولیت اور قائدِ ملّت کی عظیم الشان کامیابی سے ہندو کانگریس کے ایوانوں میں زلزلہ آ گیا اور سرحد میں اس کی سازشوں کا جنازہ نکل گیا۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ جس محبّت و خلوص کے ساتھ سرحد کے مجاہدین نے قائدِ ملّت کا خیر مقدم کیا، تاریخ میں اس کی مثال ملنی مشکل ہے۔ سردار اورنگ زیب خان نے سچ کہا تھا کہ وہ قائدِ اعظم کے صحیح جانشین ہیں۔

سرحد میں زبردست کامیابی کے بعد قائدِ ملّت نے صوبہ سندھ اور بلوچستان کا رُخ کیا۔ اس طوفانی دورے میں اُنھوں نے مسلمانوں کو کانگریسی ہندوؤں کے فریب سے بچا کر مسلم لیگ کا طاقت ور بازو بنا دیا۔ یہاں سے وہ حیدر آباد دکن واپس ہی پہنچے تھے کہ انگریزوں کے اشارے پر ان کی زبان بندی کر دی گئی۔

برطانیہ کے خلاف غم و غصّہ

حیدر آباد دکن کی حکومت کا سربراہ یعنی

وزیر اعظم اس زمانے میں انگریزوں کا نامزد ہوتا تھا جو نظام سے تنخواہ پانے کے باوجود انگریز کو اپنا آقا تصوّر کرتا تھا۔ چنانچہ سر اکبر حیدری نے انگریز کے ایماء پر ان کی زبان بندی کی تھی جس سے مُسلمانوں میں شدید غم و غصّہ پھیل گیا۔ قائدِ مِلّت نے اس موقع پر بھی مُسلمانوں کو صبر و سکوُن سے رہنے کی ہدایت کی۔ اسی زمانے میں کشمیر میں ڈوگرہ راجہ کے مُسلمانوں پر وحشیانہ مظالم کی خبریں آنے لگیں۔ اور قائدِ مِلّت کا دل اپنے کشمیری مُسلمان بھائیوں کے لیے تڑپ اُٹھا، وہ حیدرآباد سے کشمیر روانہ ہو گئے۔ وہاں پہنچتے ہی انھیں وائسرائے کی ہدایت پر گرفتار کر لیا گیا اور ایک بند گاڑی کے ذریعے ایسے لق و دق صحرا میں چھوڑ دیا گیا جہاں سے کسی کے زندہ واپس آنے کا سوال ہی پیدا نہ ہوتا تھا۔ مگر قدرت نے اُن کی حفاظت کی۔ وہ شدید برفباری میں صرف ایک شیروانی اور پاجامہ کے ساتھ خطرناک جنگلوں کو طے کر کے

سرحد پہنچنے میں کامیاب ہو گئے جہاں سردار اورنگ زیب نے ان کی میزبانی کا شرف حاصل کیا۔ ہندوستان بھر میں ان کی گمشدگی کی خبر سے شدید ہیجان تھا۔ خود قائدِ اعظم کی بے چینی کا یہ عالم تھا کہ وہ کئی روز تک پوری نیند سو نہ سکے۔ اس صورتِ حال سے گھبرا کر برطانوی حکومت نے اپنے پٹھو وزیرِ اعظم کو ہدایت کی کہ وہ زبان بندی کا حکم واپس لے لے۔

حیدر آباد واپس پہنچنے پر ان کا عظیم الشان تاریخی استقبال کیا گیا۔ مدراس، میسور، برار، بمبئی، شولاپور اور سی پی کے مسلم قائدین پہلے ہی ایک بڑی تعداد میں حیدر آباد آ گئے تھے۔ وہ سب ان کے استقبالیہ میں شریک ہوئے۔

قراردادِ پاکستان

قائدِ ملت ابھی اطمینان کا سانس بھی لینے نہ پائے تھے کہ مسلم لیگ کے اجلاس منعقدہ

لاہور میں قرار دادِ پاکستان پیش ہُوئی اور اس پر جو مباحثہ ہُوا اُس نے انتہائی نازک صُورت اختیار کر لی اور اجلاس کے ناکام ہو جانے کا سنگین خطرہ پیدا ہو گیا۔ قائدِ اعظم نے صُورتِ حال کو قابُو سے باہر ہوتے دیکھ کر انھیں ارجنٹ ٹرن کال کر کے لاہور پہنچنے کی ہدایت کی اور قائدِ ملّت فوراً ہی ایک چارٹرڈ طیارے کے ذریعے لاہور جا پہنچے۔ مُسلم لیگ کے جنرل سیکرٹری خان لیاقت علی خان نے انھیں حالات کی نزاکت سے آگاہ کیا تو آپ نے مُسکرا کر فرمایا۔ "فکر نہ کرو، انشاءاللہ سب ٹھیک ہو جائے گا۔" اس اجلاس میں ان کی تقریر نے ایسا جادُو کیا کہ قرار داد مُتفقہ طور پر منظور ہو گئی۔ ان کی اس معرکتہ الآرا تقریر کے بعد قائدِ اعظم کھڑے ہُوئے اور فرمایا: "بہادر یار جنگ کی تقریر کے بعد کسی اور شخص کا کچھ بولنا بہت بڑی غلطی ہے" اور فوراً ہی اجلاس برخاست کر دیا۔

پاکستان کی اہمیت

ہندوستان کے چپّے چپّے کے مُسلمان آل انڈیا مُسلم لیگ کے سالانہ اِجلاس میں شرکت کے لیے لاہور آئے تھے۔ قراردادِ پاکستان منظور ہونے کے بعد مُجاہدینِ پنجاب کے دِل جوش و خروش سے لبریز ہو گئے۔ رات کے ٹھیک دس بجے قائدِ اعظم کے حُکم پر جب بہادر یار جنگ تقریر کرنے کھڑے ہُوئے تو فضا پُر جوش نعروں سے لرز اُٹھی۔ اُنھوں نے ابھی جمہوریت کے عنوان پر زبان سے دو چار جُملے ہی ادا کیے تھے کہ مجمع پر خطابت کا سحر طاری ہو گیا۔ پھر انھوں نے اِسلامی مملکتِ پاکستان کی ضرورت اور اہمیت کو جس خُوب صُورتی کے ساتھ ذہنوں میں بٹھایا اُس کی نظیر مِلنی دُشوار ہے۔ یہ اُن کے زورِ خطابت ہی کا اثر تھا کہ برِّصغیر ہند کے مُسلمان ایک سِرے سے دُوسرے سِرے تک سربکف ہو کر میدانِ عمل میں

نکل پڑے تھے اور آخر کار پاکستان کا خواب شرمندۂ تعبیر ہُوا۔

آخری تقریر آخری سفر

کراچی سے حیدر آباد دکن واپس آنے کے بعد بہادر یار جنگ نے بمقام ورنگل مسلمانوں کے ایک بڑے اجتماع کو خطاب کرتے ہُوئے حیدر آباد کو پیش آنے والے خطرات اور اغیار کی سازشوں سے خبردار کیا اور عسکری تنظیم کو وسیع پیمانے پر قائم کرنے کی ہدایت کی۔

وہاں سے واپسی پر وہ مملکتی مجلسِ اتحاد المسلمین کے لیے ایک انقلابی پروگرام مُرتّب کر رہے تھے کہ خالقِ حقیقی کی بارگاہ سے بلاوا آ گیا اور ۲۵ جون ۱۹۴۴ء کو وہ سفرِ آخرت پر روانہ ہو گئے۔ اِنتقال کے وقت اُن کی عمر صِرف اُنتالیس سال تھی۔

اِنّا لِلّٰہ و اِنّا اِلَیہ راجعُون ؕ

تقاریر و خُطبات

مِلّت کے لیے دُعا

اے کائنات کے پیدا کرنے والے، آفتاب کے چمکانے والے، ستاروں میں نُور بخشنے والے زمین کو پہنائی عطا کرنے والے، آسمان سے ابر، ابر سے پانی، پانی سے ندیاں اور ندیوں سے کھیت، کھیتوں سے اناج پیدا کرنے والے، تُو نے اِس کائناتِ ارضی کو ہمارے لیے پیدا کیا ہے، ہم تیرے جلیل القدر اِحسانات کے بوجھ کے نیچے دبے جا رہے ہیں، تیرے ان اِحسانات کا کِس طرح شُکریہ ادا کریں، ہماری توبہ قبُول فرما، ہم گُناہ گار ہیں۔ ہماری بدکاریاں اور سیاہ کاریاں اس قابل نہیں کہ ہم تیری بارگاہ میں کھڑے ہو سکیں۔ ہمارے قلُوب کو نُورِ ایمان سے مُنوّر کر دے اور ضلالت

عداوت، شقاوت، جھوٹ، کینہ، حسد اور بُغض کو ہمارے سینوں سے دُور فرما۔ محبّت و خلوص، صِدق و صفا، بے ریائی، ایک دُوسرے سے ہمدردی اور غم کھانے کے جذبے سے ہمارے قلُوب کو معمُور کر دے! اِسی طرح جس طرح کہ تُو نے آسمان کو تاروں سے زمینوں کو چرند و پرند سے اور سمندر کو پانی سے معمُور فرمایا ہے۔

خُدایا ——!

اگر مُسلمان قوی نہیں تو ان کی مملکت بھی قوی نہیں۔ اس لیے اے ارحمُ الراحمین مُسلمانوں کو ہر قسم کی اِجتماعی و انفرادی طاقت عطا فرما! ان کو صحیح ایمان عطا کر اِتحّاد و اِتّفاق کی توفیق عطا کر، ان کو اخلاقِ حسنہ سے مُزیّن فرما ان کی سماجی اور معاشی زندگی میں برکتیں عطا کر اور ان کو اَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ ؕ کا مصداق بنا دے۔

بار الٰہا ——!

ہمارے عُہدیداروں کو عدل و اِنصاف سے

کام کرنے کی توفیق مرحمت فرما، ہمارے اصحابِ تمول کو اِنفاق فی سبیل اللہ پر عمل پیرا رہنے کی توفیق دے اور اپنی دولت کے صحیح مصرف سے واقف فرما۔ ہمارے وکلاء، حکمأ، تاجروں کو خدا کے راستے میں قربانی کا صحیح جذبہ عطا فرما۔ ہمارے نوجوانوں میں عمل اور کارکردگی کا اعلیٰ جذبہ پیدا کر، ہمارے بچے اپنے آپ کو اِسلامی تعلیمات کا صحیح خوگر ثابت کریں۔ ہماری بہنوں کو توفیق عطا فرما کہ وہ اپنے نونہالوں کو گلشنِ اسلام کا گُلِ سرسبد بنا کر بازارِ عالم میں پیش کریں۔ ہم سیاہ کاروں کو فیروز مندی کا راستہ بتلا اور اس راستے سے بچا جس سے اُمّتِ محمّدیہ کو قعرِ مذلّت سے دو چار ہونا پڑے۔

برادرانِ ملّت ——!

میری دعا ہے کہ آپ کو اس اہم فریضۂ اسلام و انسانیت کے ادا کرنے کی توفیق عطا کرے۔ آپ کے قول میں صداقت اور دل میں خلوص ہو۔ آپ کے اِرادوں میں اِستقلال

اور عمل میں استحکام ہو۔ مُعاندین کی فریب کاریوں کا آپ پُوری طرح مُقابلہ کر سکیں اور اپنے مقاصد میں کامیاب ہوں۔ آمین!

نازک صورتِ حال

دورِ حاضر کے مُسلمانوں کی مذہب سے دُوری کے اسباب میں ایک سبب عُلمائے اُمّت سے ان کی دُوری اور احتراز بھی ہے۔ علمِ معرفت حُسنِ خُلق و حیاتِ پاکیزہ وہ مقناطیس ہیں جن سے قوّتِ انجذاب سلب نہیں کی جا سکتی۔ اس لیے اس احتراز و دُوری کے دو ہی سبب ہو سکتے ہیں یا تو مذہب سے لاپرواہی جس نے نوجوانوں کو بزرگانِ مِلّت کی محبت و حاضری سے مُستغنیٰ بنا دیا ہے یا پھر بزرگانِ مِلّت میں وہ مقناطیس باقی نہیں رہی، سبب چاہے کُچھ بھی ہو، یہ صُورتِ حال انتہائی خطرناک ہے۔ اس کے نتائج کی عبرت انگیز مثال اسلام کے لیے سب سے بڑی سرفروش قوم ترکوں کی عُلماء سے بغاوت اور دین و مذہب

سے ان کی دُوری ہے اور اس کی بازگشت سارے عالمِ اسلامی میں کہیں زور کے ساتھ اور کہیں دِھیمے سُروں میں سُنی جا رہی ہے۔ اس لیے میں نوجوانوں سے درخواست کروں گا کہ وہ علمائے کرام کے ساتھ اور ان کے فیضانِ علم سے بہرہ اندوز ہونے کی ہر وقت کوشش کریں کیوں کہ اب یہی وہ خزینے ہیں جہاں دین و مذہب کے جواہر پارے تلاش کیے جا سکتے ہیں۔ (خطبۂ صدارت آل انڈیا مہدویہ کانفرنس ۱۹۳۴ء بمقام چن پٹن)

علمائے کرام اور مشائخ

علمائے کرام اور مشائخ سے میرا کچھ عرض کرنا آفتاب کو چراغ دکھانا ہے۔ اس لیے ان سے پورے احترام کے ساتھ صرف اتنی گزارش کو کافی تصور کرتا ہوں کہ وہ افرادِ اُمّت کے قلوب کو اپنی محبّت اور جذباتِ احترام سے معمور کر دیں کیوں کہ اسی پر بڑی حد تک دین و مذہب کی محبّت اور احترام کا

دار و مدار ہے (تقاریر و خطباتِ قائدِ ملّت نواب بہادر یار جنگ صفحہ ۴۶)

عرب کے آقا

مُسلمان بھی دُنیا میں اس وقت تک سب سے آگے رہے جب تک ان میں علم رہا۔ مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ مسلمانوں نے اس زمانے میں حصولِ علم میں ایسی کوشش نہیں کی جیسا کہ اس کا حق تھا۔ عرب کے آقا نے جس چیز کو چین سے بھی ڈھونڈ لانے کا حکم دیا تھا۔ وہ ہماری گودوں میں کھیل رہی ہے اور ہم اس کو اپنانے کے لیے تیار نہیں۔ علمِ ادیان کو زمانے نے ناقابلِ اعتنا ٹھہرایا۔ آج ہزاروں مسلمان لڑکے ایسے ہیں جو قرآن شریف کی ایک آیت بھی صحیح نہیں پڑھ سکتے۔ حدیث و فقہ، کلام و تصوّف کا ذکر ہی کیا۔ ضرورت ہے کہ تعلیمِ دین کی طرف خاص توجّہ کی جائے اور ابتدا ہی سے لڑکے کے ذہن میں دینی تعلیم کا شغف پیدا کیا جائے (تقاریر و خطباتِ قائدِ ملّت صفحہ ۴۷)

قوم کے تاج کی عزّت

میرا تجربہ ہے کہ سال میں دو وقت غریب طالبِ علم کے لیے سب سے زیادہ کٹھن ہوتے ہیں۔ پہلا وہ جب کہ وہ سکول میں داخلے کا مرحلہ سر کرتا ہے۔ دُوسرا وہ جب کہ اِمتحان کی شرکت کے لیے اس کے پاس فیس نہیں ہوتی۔ لہٰذا مقامی انجمنوں میں تعلیمی فنڈ کا ایک حِصّہ ان ضروریات کی تکمیل کے لیے محفُوظ ہونا چاہیے۔ غریب طالبِ علم کی امداد کو اپنے مصارفِ خیرات میں سب سے پہلا درجہ دیں۔ ہمیں کیا خبر ہے کہ غربت و افلاس کے خاکستر میں کتنے گوہر آبدار چُھپے ہُوئے ہیں جو قوم کے تاج کی عزّت بڑھانے والے ثابت ہوں گے۔ (خُطبہ آل انڈیا مہدویہ کانفرنس ۱۹۳۴ء بمقام چن پٹن)

قانُون سازی

قانُون سازی کا کام شریعتِ اِسلامیہ نے آسان

کر دیا تھا۔ دیوانی اور فوجداری کے سارے قوانین جن کا ماخذ کتاب اللہ اور سنت محمد رسول اللہؐ تھے۔ فقہائے اُمّت نے مُرتّب کر دیے تھے۔ اِس لیے دکن کی اسلامی سلطنت کے چھ سو سالہ دور میں قانون سازی کا کوئی سوال ہی پیدا نہ ہُوا۔ (تقاریر و خطبات قائدِ ملّت صفحہ ۱۲۲)

اسلام اور داعیٔ اِسلام

یُوں تو دُنیا میں ہزاروں لاکھوں نبی آئے اور سینکڑوں مذہب بنے لیکن یہ امر اب حُجّت و بُرہان کا محتاج نہیں رہا کہ اسلام ہی وہ مذہب تھا اور داعیٔ اسلام افضل الانبیاء ہی وہ نبی تھے جنھوں نے کائناتِ ارضی کے ہر بسنے والے کو اپنا مُخاطب بنایا۔ حضرت ختمُ المرسلین سے قبل جتنے انبیاء مبعوث ہُوئے یا تو کسی قوم یا قبیلے کی ہدایت کے لیے بھیجے گئے تھے یا کسی شہر اور مُلک کے بسنے والوں کی۔ ایک محمد رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور صرف محمد رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو صفِ انبیاء میں آگے

بڑھ کر اسود و احمر کو، عرب و عجم کو، مشرق و مغرب کو بیک وقت صلائے عام دیتے نظر آ رہے ہیں اور قرآن کی شہادت کے ساتھ صلائے عام دے رہے ہیں۔ وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا کَآفَّۃً لِّلنَّاسِ ۝ (اے پیغمبرؐ ہم نے آپ کو تمام جہان کے لیے بھیجا ہے) (خطبۂ صدارت آل انڈیا تبلیغِ اسلام کانفرنس بمبئی - ۲۱ر جولائی ۱۹۳۸ء)

عظیم الشّان اِنسان

جس قدر اہمیت اور خصوصیت پیغام (قرآن پاک) کو حاصل تھی ضرورت تھی کہ پیغامبر بھی ان ہی خصوصیات اور امتیازات کا حامل ہو۔ جی چاہتا ہے کہ اس عظیم الشّان اِنسان کے لمحاتِ حیات سے آپ کی اور اپنی زندگی کا سامان کروں۔ (خطبۂ صدارت آل انڈیا تبلیغِ اِسلام کانفرنس بمبئی ۱۹۳۸ء)

وہ محمدؐ ۔ ۔ ۔ ۔

وہ محمدؐ جو عبداللہ کے یتیم کی حیثیت سے

خاندانِ بنی ہاشم کے چشم و چراغ تھے ، وہ محمدؐ جن کو عبدُالمطّلب کے پوتے اور بعد میں ابو طالب کے بھتیجے کی حیثیت سے کوئی بھی کڑی نگاہوں سے نہ دیکھ سکتا تھا۔ وہ محمدؐ جن کے حربِ فجار میں تیر چُن چُن کر نبرد آزماؤں کو دینے کی ادا مکّہ والوں کے دِل چھین چکی تھی ، وہ محمدؐ جن کا تنصیب حجرِ اسود کا فیصلہ سرکشانِ قریش کو اسیرِ کمندِ محبت کر چکا تھا ، وہ محمدؐ جن کی خوش معاملگی کا ڈنکا بازارِ عکاظ سے لے کر دمشق کے چوراہے تک بج رہا تھا ، وہ محمدؐ جن کی صداقت کی قسم کھائی جاتی تھی ۔ وہ محمدؐ جن کی امانت میں شبہ کرنا گناہ سمجھا جاتا تھا ، جب خدا کے اس آخری پیغام کو سُنانے کے لیے صفا کی چوٹیوں پر چڑھتے ہیں اور آلِ غالب کو آنے والے خطرات سے ، جو عذابِ الٰہی کی صُورت میں نازل ہوتے ، ڈراتے ہیں تو تم نے دیکھا اور تاریخ نے شہادت دی کہ اُن کے رُوئے انور پر مکّہ کی خاک اُڑائی گئی ۔ ان

کے پائے نازک کی خارِ مغیلاں سے تواضع کی گئی ان کی گردنِ اقدس پر اُونٹ کی غلاظت بھری اوجھڑی رکھی گئی، خلیل اور ذبیح کا وطن ان کے پوتے پر تنگ کر دیا گیا، ان کے سر کے لیے انعام مقرر کیا گیا۔ کیا ان سب باتوں میں چشمِ بینا کے لیے روشنی اور قلبِ فہیم کے لیے سبق نہیں ہے کہ اس دُنیا میں حق و صداقت کا پیغام پہنچانا طاغوتی طاقتوں کو دعوتِ پیکار دینا ہے اور شیطان کی ذُریّات کو آمادۂ جنگ کرنا ہے۔

(تبلیغِ اسلام کانفرنس بمبئی ۱۹۳۸ء خطبۂ صدارت)

شمس و قمر کی تسخیر

محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے سُنائے ہوئے حکم کی تعمیل پر آمادۂ اشاعتِ پیغامِ الٰہی ہونے والو! یہ وہ راستہ نہیں ہے جس سے آبلہ پائی کے بغیر گزر جاؤ، یہ وہ لقمہ نہیں ہے جو حلقوم کو زخمی کیے بغیر ہضم ہو جائے، یہ وہ منزل نہیں ہے جو ہفت خواں کو طے کیے

بغیر ہاتھ آ جائے۔ یہاں ترغیب کی سُنہری زنجیریں ہیں اور تخریب کی آہنی طاقتیں، یہاں ان آہنی قدموں کی ضرورت ہے اور اس کو صفت ارادے کی جو شمس و قمر کی تسخیر کو ٹھکرا دے جو طوفانِ مصائب کے سامنے گردن تانے کھڑا ہو، جو پیشانی میں زرہ کی کڑی پچھوانے کے لیے تیار ہو جائے، جو دانت ٹوٹنے پر مُسکرا دے اور جو گھر بار لُٹا کر شکر کرے۔

(خطبۂ صدارت آل انڈیا تبلیغِ اسلام کانفرنس بمبئی ۱۹۳۰ء)

غیر مذہبی تعلیم اور ماحول

سب سے پہلے ایک بُنیادی نقص کی طرف توجّہ کرنے کی ضرورت ہے جو ہمیں مذہب سے دُور کرنے میں سب سے زیادہ حصّہ لے رہا ہے۔ وہ ہمارا غیر مذہبی نظامِ تعلیم ہے۔ میرا تجربہ ہے کہ جو بچّے اپنے گھر میں اِبتدائی مذہبی تعلیم پانے کے بعد دُوسرے علوم کی طرف مُتوجّہ ہوتے ہیں وہ مذہب سے مُتعلق اپنے دِل میں اِعتقاد اور اِیمان کی ایک بُنیاد رکھتے

ہیں۔ بعد کی تعلیم اور ماحول کا اثر بڑی حد تک ان کو قاصرالعمل بنا دیتا ہے لیکن بے دین اور لا مذہب نہیں بنا سکتا۔ کیا ہی خوب ہو اگر آج ہم عہد کر لیں کہ چار برس کی عُمر سے سات برس کی عُمر تک کے بچّے کو اپنی خاص نگرانی میں صِرف قرآن شریف نظری و عملی، دینیات اور اُردو میں انجمن حمایت الاسلام لاہور کا نصاب تعلیم پڑھایا کریں گے۔ ایسا کرنے سے جدید اُصول تعلیم کے مدّ نظر بچّے کا کوئی نقصان بھی نہیں ہوتا۔ کیوں کہ اس عرصے میں وہ اپنی مُلکی زبان سے بھی جس سے اپنی آیندہ تعلیم میں اس کو بڑی حد تک مدد لینی ہے، واقف ہو جاتا ہے۔ (تقاریر و خطبات بہادر یار جنگ صفحہ ۴۳)

مُستقل عُنوان

تربیت ایک مُستقل عنوان ہے جس پر بہت کُچھ کہا جا سکتا ہے۔ اگر ماں باپ اپنے بچّے کی اِبتدائی عُمر سے اُس کے سامنے اپنی زندگی

سے ایک دِین دار مُسلم کی مثال پیش کرتے رہیں۔ اور بجائے بھُوت پریت کے ڈرانے کے اُس کو ہر بات پر اللہ سے ڈرایا کریں کہ وہ ان کے قصُوروں کو دیکھ رہا ہے اور اس کام کو ناپسند کرتا ہے۔ ہر تکلیف و بیماری، زخم و جراحت پر، جو زندگی میں لازم ہیں، اس کو جتائیں کہ یہ سزائیں ہیں جو اس کے قصُور پر اللہ کی طرف سے دی جا رہی ہیں۔ ہر نیا کپڑا اور اچھّا کھانا اور کھلونے دیتے وقت اُس کو یاد دِلائیں کہ خُدا ہی نے اس کو دِیا ہے۔ پریوں اور دیوں کی جھُوٹی کہانیاں سُنانے کی بجائے اپنے دِین اور نیک بزُرگوں کے واقعاتِ زندگی سُنایا کریں اور گھر میں ان کے لیے ایک ایسی فضا پیدا کریں، جس کو مذہبیت اور دِینداری کی فضا کہہ سکتے ہیں، ظاہر ہے کہ بچّہ اپنے دِل میں دین و مذہب کی ایسی اسپرٹ لے کر بڑا ہو گا جو لامذہبیت کے سارے طُوفان کا مُقابلہ کر کے بھی زندہ رہ سکتی ہے (تقاریر و خُطبات بہادر یار جنگ صفحہ ۴۳)

مومن کی پہچان

تم سے کوئی اُس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک رسُول اللہ اُس کے نزدیک اُس کی اولاد، ماں باپ اور سارے انسانوں سے زیادہ محبُوب نہ ہو جائیں۔ یہی سبب تھا کہ رسُولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی عزت اور عُلمائے امّت کے احترام و عزّت کی ہمیں تاکید فرمائی ہے کیوں کہ یہی واقفِ اسرارِ دین و مذہب اور ورثۃ الانبیا تھے۔ یہی وجہ ہے کہ صُوفیائے کرام نے شیخ کی محبّت کو سلوک کی پہلی منزل قرار دیا اور مرتبہ فنائیت میں فنا فی الشیخ ہونا سب سے پہلا مرتبہ تصوّر کیا۔ (خطبۂ صدارت اجلاس مہدویہ کانفرنس پٹن ۱۹۳۴ء)

دینِ فطرت

اسلام مُطابقِ فطرت مذہب ہے۔ اس میں وہ تمام سادگیاں اور بے تکلفیاں موجود ہیں جو فطرت کی خصوصیت ہیں۔ اُس نے ہماری

زندگی کو آسان سے آسان بنانے کی کوشش کی، اور ہماری ضروریات کے لیے ایسے اصول مقرر کیے جو ہمارے لیے بارِ خاطر نہ ہو جائیں۔ سیدۂ کونین، لختِ جگرِ صاحبِ قوسین حضرت فاطمۃ الزہرا کا نکاح امام المشارق والمغارب حضرت سیدنا علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کے ساتھ ایک زرہ کی قیمت پر ہو جاتا ہے۔ صحابۂ رسولؐ کی تکفین کے لیے ان کے جسم کے کپڑے کافی تصور کیے جاتے ہیں (تقاریر و خطباتِ قائدِ ملت صفحہ ۵۷)

چادر کے باہر

مسلمانوں کو جتنا نقصان ہندوستان کی رسوم بے جا کی اندھی تقلید سے پہنچا، اتنا ہی بلکہ اس سے کہیں زیادہ مغرب کی کورانہ تقلید سے پہنچ رہا ہے۔ مغربی پہلے کماتا پھر اپنی چادر کے مطابق پاؤں پھیلاتا ہے مگر منچلا مشرقی پہلے پاؤں پھیلاتا ہے اور اس کی پروا نہیں کرتا کہ اس کے یہاں چادر

مومن کی پہچان

تم سے کوئی اُس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک رسُول اللہ اُس کے نزدیک اُس کی اولاد، ماں باپ اور سارے انسانوں سے زیادہ محبُوب نہ ہو جائیں۔ یہی سبب تھا کہ رسُولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی عزت اور عُلمائے اُمّت کے احترام و عزّت کی ہمیں تاکید فرمائی ہے کیوں کہ یہی واقفِ اسرارِ دین و مذہب اور ورثۃ الانبیا تھے۔ یہی وجہ ہے کہ صُوفیائے کرام نے شیخ کی محبّت کو سلوک کی پہلی منزل قرار دیا اور مرتبہ فنائیت میں فنا فی الشیخ ہونا سب سے پہلا مرتبہ تصوّر کیا۔ (خطبۂ صدارت اجلاس مہدویہ کانفرنس پٹن ۱۹۳۴ء)

دینِ فطرت

اسلام مُطابقِ فطرت مذہب ہے۔ اس میں وہ تمام سادگیاں اور بے تکلّفیاں موجود ہیں جو فطرت کی خصوصیت ہیں۔ اُس نے ہماری

زندگی کو آسان سے آسان بنانے کی کوشش کی، اور ہماری ضروریات کے لیے ایسے اصول مقرر کیے جو ہمارے لیے بارِ خاطر نہ ہو جائیں۔ سیدۃ کونین، لختِ جگرِ صاحبِ قوسین حضرت فاطمۃ الزہرا کا نکاح امام المشارق والمغارب حضرت سیدنا علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کے ساتھ ایک زرہ کی قیمت پر ہو جاتا ہے۔ صحابۂ رسولؐ کی تکفین کے لیے ان کے جسم کے کپڑے کافی تصور کیے جاتے ہیں (تقاریر و خطباتِ قائدِ ملت صفحہ ۵۷)

چادر کے باہر

مسلمانوں کو جتنا نقصان ہندوستان کی رسوم بے جا کی اندھی تقلید سے پہنچا، اتنا ہی بلکہ اس سے کہیں زیادہ مغرب کی کورانہ تقلید سے پہنچ رہا ہے۔ مغربی پہلے کماتا پھر اپنی چادر کے مطابق پاؤں پھیلاتا ہے مگر منچلا مشرقی پہلے پاؤں پھیلاتا ہے اور اس کی پروا نہیں کرتا کہ اس کے یہاں چادر

ہے بھی یا نہیں (تقاریر و خطباتِ قائدِ ملت صفحہ ۵۸)

اِسلام اور صرف اِسلام

اِنسان ایسے اعلیٰ اور ربّانی ضابطے کا متلاشی ہے جس کے سائے میں وہ انسانی حقوق کو پا سکے۔ اللہ کی زمین پر آدمی پیدا ہُوا ہے تو آدمیوں کی زندگی بسر کر سکے۔ وہ پیچ اور اُونچ کے اس طوفان سے نِکل کر جہاں نسلی تفریقیں کام کر رہی ہیں، کِسی ایسے بھونچال میں پھنسنا نہیں چاہتا جہاں کالے اور گورے میں تفریق کی جا رہی ہو وہ ایسے مذہب کا متلاشی ہے جہاں حصُولِ مساوات کے لیے لیجسلیٹو کونسل کے ریزولیوشن کی ضرورت پیش نہ آئے، نہ حکومت کے خصُوصی فرامین کی۔ ایسا مذہب بلا خوفِ تردید اگر کوئی ہو سکتا ہے تو وہ اِسلام، اِسلام اور صِرف اِسلام ہے۔ (تقاریر و خطباتِ قائدِ مِلّت نواب بہادر یار جنگ صفحہ ۸۱)

میدانِ خارزار

اسلام نے تبلیغ مذہب میں کبھی جبر و اِکراہ

کو جائز نہیں رکھا۔ قرآن کی زبان اس مسئلے میں ہر قسم کے اِبہام سے پاک ہے۔ لَآ اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ ۔ اور کوئی مُسلمان دین کی تبلیغ میں کبھی ایسے فعل کو روا نہیں رکھ سکتا جس میں مکر، لالچ، جبر اور تشدّد کو دخل ہو۔ اِس کے باوجود آپ کو اس کا یقین رکھنا چاہیے کہ جب آپ تبلیغ کے میدان میں قدم رکھیں گے تو جن مُصیبتوں سے میں گزر چُکا ہُوں اور جن مصیبتوں سے باتّباعِ محمّد رسُول اللہؐ ہر داعیٔ اسلام کو گزرنا چاہیے وہ آپ کا اِنتظار کر رہی ہیں۔ (خطبۂ صدارت آل انڈیا تبلیغِ اِسلام کانفرنس بمبئی منعقدہ ۱۹۳۸ء)

مذہب اور سیاست

اس خیال کی میں سختی سے تردید کرنا چاہتا ہُوں کہ مذہب اور سیاست دو جُداگانہ اُمُور ہیں اور آپس میں ایک دُوسرے سے کوئی تعلق نہیں رکھتے۔ اس مُہلک خیال نے بلادِ ترکیہ و عربیہ کی سیاست اور زیادہ تر مذہبیت کو

بہت نقصان پہنچایا ہے۔ اس کی اِبتدا یورپ سے ہوئی جو ایسے مذہب کا پیرو تھا جس میں اس کی سیاسی و اجتماعی زندگی کے لیے کوئی ہدایت موجود نہ تھی۔ موجودہ مسیحیت کے مدِّ نظر یورپ کا نظریہ غلط بھی نہیں ہے مگر مُسلمانوں کا بھی اس نظریے کو قبول کر لینا ان کی اِنتہائی بدبختی کا موجب ہو گا جب کہ اِن کے ہاتھوں میں قُرآن مجید جیسا مکمّل ضابطہ موجود ہے جس میں حکومت و سیاست اور قومی اِجتماعی زندگی کے لیے واضح اور صاف ہدایتیں دی گئی ہیں۔

(تقاریر و خُطباتِ قائدِ مِلّت صفحہ ۶۴)

افلاطون اور ارسطو کے جانشین

بہت سی قومیں ہمارے دیکھتے پیدا ہوئیں اور ہم سے زیادہ طاقت ور ہو گئیں۔ اگر ہم ان کی ترقی کے اسباب پر غور کریں تو ان میں بھی مرکزیت کارفرما نظر آئے گی۔ آج ہماری حالت ان بھیڑوں جیسی ہے جن کا

کوئی چرواہا نہ ہو۔ ہر شخص اپنے نزدیک افلاطون اور ارسطو کا جانشین بنا ہُوا ہے، چاہے قوم اس کی طرف نظر اُٹھا کر بھی نہ دیکھتی ہو۔ اسی اِنتشار اور پراگندگی کا لازمی نتیجہ کمزوری اور اِنحطاط ہے جس میں ہم مُبتلا ہیں۔ ضرورت ہے کہ ہر آبادی اپنا ایک مرکزی قومی ادارہ رکھے جو اس کے مُنتخب افراد کے غلبہ و آراء سے تمام قومی ضرُوریات کی تکمیل کا سامان کر رہا ہو، وہ ایک بیتُ المال کا اِنتظام کر سکتا ہے جس میں زکوٰۃ، عُشر، خیرات، میراث و عطایا وغیرہ جمع ہو کر قوم کی تمام ضروریات پر سلیقے اور اہتمام کے ساتھ خرچ کیے جا سکتے ہیں۔ جب تک ایسی کوئی صُورت پیدا نہ ہو مُتفرق کوششوں کو، جو اِنفرادی طور پر کی جا رہی ہوں، میں بار آور ہوتا نہیں دیکھتا (خُطبہ صدارت ندوہ کانفرنس۔ پٹن ۱۹۳۴ء)

زندہ رہنا

جب اس کے سامنے (یورپ کے سامنے)

یہ تعلیم پیش کی جاتی کہ کوئی تمھارے ایک گال پر تھپڑ مارے تو دُوسرا بھی پیش کر دو تو وہ غور کرتا کہ کیا یہی اصُول دربارِ سیاست میں استعمال کیا جا سکتا ہے اور ایک صُوبے کے چھیننے والے کی خدمت میں دُوسرا صُوبہ بھی پیش کر کے اِس دُنیا میں زندہ رہنا ممکن ہے؟
(سفرنامہ بلادِ اسلامیہ ۶۳۳)

مذہب مانعِ ترقی

جب اس نے (یورپ نے) موجودہ اناجیلِ اربعہ اور نغمہائے زبور ہی کو نہیں بلکہ توریت جیسی مُفصّل کتاب کو بھی، جو اس وقت اس کے ہاتھ میں ہے، عالم بعدالموت ہی کے لیے مخصوص پایا اور عالم ناسوت کے لیے اس میں کوئی مکمل ضابطہ نہ مِلا تو اس کے مُدبّر دُنیا کے دُوسرے مکمّل اِلہامی ضوابط پر نظر ڈالے بغیر سمجھنے لگے کہ مذہب مانعِ ترقی ہے۔
(سفرنامہ بلادِ اسلامیہ ۶۳۳)

عیسائیت ایک سیاسی چال

عیسائی مشنریز سارے ایشیا میں لاکھوں، کروڑوں بلکہ اربوں روپیہ بکھیر کر تبلیغِ عیسائیت میں مشغول ہو گئے جو ایشیائی قلوب کو مغرب کی طرف مائل کرنے والی ایک سیاسی چال سے زیادہ کچھ نہ تھی۔ دوسری طرف یورپ کی درسگاہوں میں مشرقی طلبہ کے دماغ لامذہبیت کی مشین میں ڈھالے جا رہے تھے اور یورپ کو اس کے تجربے نے جو سکھایا تھا، وہی اپنے مذہب اور اس کی تعلیمات سے ناواقف مشرقیوں کو سکھایا جا رہا تھا۔ مسلمان اس تبلیغ سے سب سے زیادہ متاثر ہوئے۔ نام نہاد ضروریاتِ زمانہ نے بہت پہلے ہی ان کو تعلیم دی کہ آیا موجودہ عیسائیت کی طرح وہ بھی مانعِ ترقی ہے یا مؤیدِ ارتقاء (سفرنامہ بلادِ اسلامیہ ۶۳۳)

مسلمان خلیفۃ اللہ

قرآن مجید میں متعدد جگہ ارشاد فرمایا گیا ہے کہ

تمھارے لیے دن رات ، چاند اور سورج کو کام میں لگایا گیا ۔ مسلمانوں نے بھلا دیا کہ ان کو اشرف المخلوقات ہی نہیں بلکہ اس دنیا میں بسنے والے سارے انسانوں کے لیے نمونہ اور مثال بنا کر پیدا کیا گیا ہے ، وہ کائناتِ ارضی کی مخلوقات ہی نہیں ہیں بلکہ ان کو بشارت دی گئی ہے کہ وہ کائناتِ سماوی کی مخلوقات اور خود آسمان کے لیے پیدا ہوئے ہیں ۔ ان کو یہ جاننے کا موقع نہ ملا کہ فی الحقیقت وہی خلیفۃ اللہ فی الارض ہیں ۔ انھوں نے بھلا دیا کہ لقد کرمنا بنی آدم کی تفسیر وہی ہیں۔
(سفرنامہ بلادِ اسلامیہ ۶۳۳)

خوفناک خطرہ

قرآنِ حکیم آنے والی ہی نہیں بلکہ اس دنیا کے لیے بھی ایک مکمل نظام و قانون پیش کر رہا تھا لیکن ان کی نگاہ ، گویا اس کے لیے بند تھی ، ان کے روبرو قرونِ اولیٰ اسلامیہ کی تاریخ مسلمانوں کی حقیقی تعریف پیش کر رہی تھی اور

بتا رہی تھی کہ مذہب ہی وہ طاقت تھی کہ جس نے شیرولحمِ شتر اور سوسمار کھانے والے عربوں کو باعثِ رشکِ قیصر و کسریٰ بنا دیا تھا۔ وہ بھول گئے کہ یہی دیوانگانِ مذہب ہی تو تھے جنھوں نے چھ سو سال تک بلادِ اسلامیہ عرب و عجم پر کامیاب حکم رانی کی۔ ان کو یاد نہ رہا کہ خود یورپ کے مدبّروں نے قانونِ اسلامی کو "رومن لا" سے زیادہ مضبوط و مستحکم مانا ہے۔ شرابِ مغرب کے نشے میں وہ فراموش کر گئے کہ ان کا مذہب دُنیا کی ہر تحقیقاتِ جدید اور ہر ترقی کو اپنی منزلِ مقصود کے لیے ابتدائی قدم بتاتا ہے اور یورپ کا جادُو ان پر چل گیا ہے۔

لا مذہبیت کے اس طوفان میں، جو تمام مذاہبِ عالم کو یکساں متاثر کر رہا ہے، خیرُ الامم بھی چلی جا رہی ہے اور یہ اپنی منزل سے بے خبر ہے۔ یہ وہ خوفناک خطرہ ہے جس نے مشرقِ قریب کے بلادِ اسلامیہ کو گھیر لیا ہے اور اب ہماری طرف سُرعت

سے بڑھ رہا ہے۔ (سفرنامہ بلادِ اسلامیہ ۴۳۳)

اسلام موید ارتقاء

علمائے دین اپنی حالتوں میں مست، لامذہبیت کے خطرے سے بے خبر ہیں اور نوجوان اپنی عظمتِ مغرب سے چندھیائی ہوئی آنکھوں سے دیکھ کر شر کو اپنے لیے خیر سمجھ رہے ہیں۔ وقت ہے کہ ہم بیدار ہو جائیں۔ اپنے دین کا قرآن مجید کی روشنی میں مطالعہ کریں اور سوچیں کہ کیا فی الحقیقت ہمارا دین بھی مانعِ ترقی ہے؟ اگر نہیں ہے بلکہ موئیدِ ارتقاء ہے تو یورپ کو سنا دیں، تیرا نظریہ اپنے ذہن کے پیشِ نظر درست ہو تو ہو لیکن اسلام کی موجودگی میں غلط ہے۔ اگر تزکیۂ نفس اور سیاستِ مدن کو ساتھ ساتھ رکھنا چاہتا ہے تو آ دامنِ اسلام میں پناہ گزیں ہو۔ پھر دیکھ کہ مذہب ہی نے سامانِ ترقی پیدا کیے تھے اور اب بھی کر سکتا ہے۔

(سفرنامہ بلادِ اسلامیہ ۴۳۳)

مُسلمانوں کی ترقّی کا راز

مشنریز کے ذریعہ جہاں مشرق قریب کے لوگوں کو مذہب مانِع ترقی ہونے کا درس مِلا، وہیں عرب کے دِل میں عربیت، کُرد کے قلب میں کُردیت کا خیال پیدا کیا گیا۔ ترکوں کو سِکھایا گیا کہ تُم پہلے تُرک ہو پھر مُسلمان۔ تعجّب ہے کہ اس قدر تباہی کے بعد بھی یہ ذہنیت برابر ترقی کر رہی ہے اور اسلامیہ مُتّحدہ کی وہ بُنیادیں جو ساڑھے تیرہ سو سال پہلے رکھی گئی تھیں مُتزلزل ہو رہی ہیں اور پارہ پارہ ہونے والی طاقتیں یورپ کے لیے سامانِ تسلّط فراہم کر رہی ہیں۔ میرے نزدیک پہلے بھی مُسلمانوں کی ترقی کا راز اِجتماعاتِ اسلامیہ تھا اور آج بھی ہے۔ (تقاریر و خُطباتِ نواب بہادر یار جنگ صفحہ ۳۲)

چنگ و رُباب

دُنیا کے کِسی فرد نے تکلیف کے بغیر

آرام و راحت کی صورت دیکھی، نہ کسی قوم نے۔ جس کو تلاشِ راحت ہے، اُس کو پہلے مُبتلائے مصائب ہونا چاہیے۔ جن قوموں نے اس رازِ حیات اور سیرِ زندگی کو پہچانا، اُن کی رفعت اور مرتبت کا پہچاننا دُنیا والوں کے لیے مُشکل ہو گیا لیکن جن اُمتوں نے عالمِ ذِلّت و رُسوائی میں بھی شمشیر و سناں سے بے گانہ ہو کر چنگ و رباب سے دوستی کی وہ دُنیا میں کسی کے لیے قابلِ رشک نہیں رہیں۔
(حیدر آباد خاکسار کیمپ میں قائدِ مِلّت کی تقریر)

آمادۂ عمل

زحمت ناآشنائی اور محنت ناشناسی ہی تو ہماری اس نکبت و ذِلّت کی ذمّہ دار ہے جس کو محسُوس کر کے پھر ایک مرتبہ ہم آمادۂ عمل نظر آتے ہیں۔ خُدا ہمارے اِرادوں میں برکت اور ہمتوں میں بلندی عطا کرے۔
(تقاریر و خطباتِ نواب بہادر یار جنگ صفحہ ۹۳)

طاقت اور صرف طاقت

جاننے والے یہ جانتے ہیں کہ اس کائنات میں صرف وہی چیز دوام اور بقا حاصل کر سکتی ہے جو قوی اور توانا ہے اور قوت کا راز جمعیت اور عسکریت میں پوشیدہ ہے۔ کیا قرآن نے اجتماعیت اور عسکریت کی تعلیم نہیں دی اور کیا تاریخ نے مسلمانوں کو اپنی پیشانی پر جگہ نہیں دی؟ جب تک وہ متحد اور شمشیر بکف رہے؟ اور کیا آج بھی دنیا کی وہی قومیں سربلند و سرفراز نہیں دکھائی دے رہی ہیں جنھوں نے زندگی کے اس راز کو پہچان لیا؟ کیا تقلیدِ اصلاح کی تمام سرگرم کوششوں کی ناکامی کا سبب یہی نہیں ہے کہ قومیں طاقت اور صرف طاقت چاہتی ہیں۔

(سہ روزہ نیا نظام کراچی۔ تقریر خاکسار کیمپ بمقام حیدر آباد دکن)

عالمی امن دنیا کے امن کی خاطر

کمزور کے وجود نے طاقت ور کے جسم میں

پھریری پیدا کی اور جہاں دونوں طرف طاقت کی کارفرمائی رہی وہاں امن ہی امن نظر آنے لگا۔ اگر یہ سچ ہے اور بلا شبہہ سچ ہے تو اپنی زندگی سے قطع نظر دُنیا کے امن کی خاطر اتحاد و عسکریت پیدا کرو۔ (تقریر خاکسار کیمپ حیدر آباد دکن ماخوذ از نیا نظام کراچی)

فطرت کے اصُولوں سے انحراف

مُسلمان صِرف غالب، صِرف حاکم اور صِرف قوی رہنے کے لیے بنایا گیا ہے۔ اس سے چند شرائط کے ساتھ دُنیا کی بادشاہت اور آخرت کی سرفرازی کے وعدے کیے گئے اور جب تک وہ شرائط پُوری ہوتی رہیں مواعید کی بھی تکمیل ہوتی رہی، جب سے مُسلمانوں نے فِطرت کے مُقرّر کردہ اصُول اِتفاق کو چھوڑا، فیروز مندی اور سرفرازی نے بھی ان سے دُوری اِختیار کر لی۔

(سہ روزہ نیا نظام کراچی۔ تقریر خاکسار کیمپ بمقام حیدر آباد دکن)

صِرف ایک طاقت!

کائناتِ عالم کا ذرّہ ذرّہ شاہد ہے کہ ایک اور صِرف ایک طاقت ہی ایک پُورے نظام کو چلا سکتی ہے۔ ایک آفتاب پُورے نظامِ شمسی پر حکومت کر رہا ہے اور ایک خُدا سارے عالمِ کائنات کو سنوار اور بگاڑ رہا ہے۔ دُنیا نے بہتیرا جمہُوریت کا راگ گایا لیکن قومیں بنیں تو ایک اور صِرف ایک شخص سے بنیں (تقریر خاکسار کیمپ بمقام حیدر آباد دکن)

اِسلامی جمہُوریت

اِسلام نے جس جمہُوریت کی تعلیم دی، وہ یہی تھی کہ سب مِل کر صِرف ایک کو اپنا حاکم بنا لیں پھر اس وقت تک اس کی اطاعت کریں جب تک وہ جماعت کے قبُول کردہ قواعد اور قوانین کے مُطابق حکم دے۔ جب تک مُسلمان اس پر کاربند رہے ان کے سیلابِ ترقی کے سامنے کوئی

طاقت کھڑی نہ رہ سکی اور جب سے ہم نے اور ہم میں سے ہر ایک نے اپنے لیے جُدا جُدا مرکز بنا لیے، ایک کو بڑا بنانے اور اُس کی بات ماننے کی عادت چھوڑ دی، اپنے آپ کو سب سے بڑا اور اپنی رائے کو واجب التعمیل سمجھا، وہ دن ہے اور آج کا دن کہ ہم ہیں اور غلامی، ہمارا سر پُرغرور ہے اور سنگِ ذِلّت و خواری۔ جس سر نے اپنوں کے سامنے جُھکنا گوارا نہ کیا اُس کو فطرت کے اٹل قوانین نے غیروں کے سامنے جُھکایا اور پُوری رُسوائی کے ساتھ جُھکایا۔

(تقریر خاکسار کیمپ حیدر آباد دکن)

اُمید کی کرن

آج جب کہ ابھی نُورِ اُمید کی ایک آدھ شرمائی ہُوئی کرن اُفقِ مشرق میں باقی ہے اگر مُسلمان چونک جائے، اپنی موجودہ خود رائی اور خود سری کو دیکھے اور آمادۂ اِصلاح ہو

جائے تو میں اس کو قابلِ مُبارک باد سمجھوں گا۔
وقت اس بیداری کے لیے ایک الارم
ہے اور چاہتا ہے کہ تم چونکو اور پھر
آمادۂ تنظیم و اِصلاح ہو جاؤ۔ (تقاریر و خطبات
قائدِ مِلّت نواب بہادر یار جنگ صفحہ ۹۷)

فتح مندی کا راز

کثرتِ تعداد میں نہیں بلکہ قِلّت و تنظیم
میں قوموں کی فتح مندی کا راز پوشیدہ ہے۔
دُنیا کے کسی فاتح کا نام نہ لے سکو گے جس
نے اپنی مفتوح قوم کے مُقابلے میں اُس کی
تعداد سے زیادہ فوج سے چڑھائی کی ہو۔
اصل چیز کثرتِ ایمان اور قوتِ تنظیم ہے۔
(تقاریر و خطباتِ قائدِ مِلّت نواب بہادر یار جنگ صفحہ ۱۰۰)

اِمتحانِ عمل کی بھٹّی

اگر تمھارے بعض ساتھی میدانِ اِبتلاؤ آزمائش
میں ثابت قدم نہ رہ سکے اور ہٹ گئے تو
فکر نہ کرو، دنیا میں آئے دِن یہی ہوتا رہتا

ہے۔ آسمان سے لاکھوں قطرے برستے ہیں، لیکن اِن میں سے ہر ایک اس قابل نہیں کہ کوہِ نُور کی طرح زینتِ تاجِ خسرو بنے۔ امتحانِ عمل کی بھٹی سُنار کی آگ سے زیادہ تیز آگ رکھتی ہے، اس میں گِرنے کے بعد صِرف خالص سونا ہی سلامت نِکل سکتا ہے۔ میل کچیل ہمیشہ سونے کے ساتھ داخل تو ہوتے ہیں لیکن تابِ سوختن و تپیدن نہیں لا سکتے۔ اور فنا ہو جاتے ہیں۔

(تقریر خاکسار کیمپ حیدر آباد دکن)

محنت کشی

حوصلے سے کام لو، اپنے امیر کی کامل اطاعت کرو، اپنے نظم کو نظامِ شمسی کے نظم سے زیادہ مکمّل بناؤ۔ اپنی محنت کشی اور مشقّت طلبی سے ہر دم رواں اور ہر دم دواں بیّاروں کو شرما دو۔ خدمتِ خلق سے صحیح معنی میں اپنے آپ کو دُنیا میں خُدا کا خلیفہ ثابت کرو۔ اور پھر دیکھو کہ کِس طرح تُم خود خُدا کے

حکم سے اپنی قسمت کے بنانے اور اپنی مشیّت کے جاری کرنے والے بن جاتے ہو۔
(تقاریر و خطبات قائدِ ملّت نواب بہادر یار جنگ صفحہ ۱۰۲)

جسم۔ رُوحِ عُمرؓ

جنھوں نے اپنے آپ کو خودی کے بندھنوں سے چھڑایا اور بیگانوں کے ساتھ پیوست کیا وہ مر گئے۔ زندگی چاہتے ہو تو افسونِ فرنگی کو پہچانو اور اس کے فسوں کو آستینوں میں چھپا ہوا دیکھنے کی کوشش کرو۔ اس کا علاج ایک اور صرف ایک ہے کہ تمھارے جسم رُوحِ عُمر سے معمور ہو جائیں۔
(تقریر زمرّد محل حیدر آباد دکن ۲۵ر دسمبر ۱۹۴۰ء)

بیگانۂ منزل

سمجھنے کی کوشش کیجیے۔ جو نہیں سمجھتا وہ نہیں اُٹھتا، جو نہیں اُٹھتا وہ نہیں چلتا اور جس کے پاؤں آشنائے راہ نہ ہوں وہ ہمیشہ بیگانۂ منزل رہتا ہے۔ یہ سب اِس لیے کہ اِنسان اپنا مقام

اصلی پہچانے اور غیراللہ کے تسلّط و استبداد سے نکل کر حریّتِ کاملہ کا تاج پہنے اور آزادی کے تخت پر جلوہ فرما ہو جائے۔

(تقریر زمرّد محل حیدرآباد دکن ۲۵ر دسمبر ۱۹۴۰ء)

آزاد اسلامی وطن

مسلمانانِ ہند، جو کل تک طبِ مغرب کے میٹھے مزے اور خواب آور اثرات سے متاثر ہو کر جمہوری نظامِ حکومت کی طرف مائل نظر آ رہے تھے، آج اس حقیقت سے واقف ہو کر علی الاعلان اس کے منکر دکھائی دے رہے ہیں۔ کل جن کو اغیار کی سحر طرازیوں نے نو کروڑ کی تعداد میں ہونے کے باوجود ایک اقلیت ہونے کا یقین دلایا تھا، وہ آج اپنے قائدِ اعظم محمد علی جناح مدظلہ العالی کی قیادت میں اس ایقان کی پرورش کر رہے ہیں کہ ہندوستان کے ذیلی برِ اعظم میں وہ ایک مستقل قوم ہیں جس کی تعداد جزیرہ نمائے عرب، عراق و فلسطین اور مصر کے رہنے والے تمام مسلمانوں

کی مجموعی تعداد سے زیادہ ہے اور ان کا یہی ایک ایقان ان کے اس عزم کو پختہ کر رہا ہے کہ ہندوستان میں بسنے والی اس قوم کے لیے ایک آزاد اسلامی وطن کی ضرورت ہے۔
(خطبۂ صدارت بمقام چن پٹن ۱۷ تا ۱۹ اپریل ۱۹۴۱ء)

منزلِ سیاست

الحمدللہ لاہور کے تاریخی اجلاس کے بعد سے مسلم لیگ کی قیادت اور اس کی منزلِ سیاست نے دن بہ دن اپنے آپ کو ملّتِ اسلامیہ ہند کا ایک نہایت اہم عنصر ثابت کیا۔ سارے طول و عرضِ ہند میں مسلمان انفراداً و اجتماعاً اپنی نمائندہ جماعت مسلم لیگ کے جھنڈے کے نیچے اپنی ساری فکری اور عملی صلاحیتوں کے ساتھ مصروفِ جہاد نظر آ رہے ہیں۔ میں اُن کے فکر و عمل کی اس صحت پر ان کو مبارک باد دیتا ہوں۔
(خطبۂ صدارت بمقام چن پٹن —— اپریل ۱۹۴۱ء)

تفریق و تقسیم

مُسلمانوں کی بعض ناعاقبت اندیش جماعتوں کے ان مُطالبات و مساعی کو، جن کا نتیجہ خود مِلّتِ اِسلامیہ میں تفریق اور تقسیم حقوق کا سوال پیدا کر دیتا ہے، ہم اِنتہائی نفرت اور حقارت سے دیکھتے ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ مُسلمانوں میں جہاں کہیں اِس قِسم کا سوال پیدا ہُوا اس کی اصل وجہ اپنوں کی فکرِ تعمیر سے زیادہ غیروں کی سعیِ تخریب رہی ہے اور اسی تخریب نے بعض ہمارے ناعاقبت اندیش دوستوں کو آلۂ کار بنا لیا، اگر وہ اپنی فکرِ اسلامی کو مشعلِ راہ بناتے تو اپنی کج روی اور گمرہی کو روزِ روشن کی طرح دیکھ لیتے۔ میں تمام فرقہ جاتِ اسلامی کے بھائیوں سے درخواست کرتا ہوں کہ شیاطین کے ان خنّاس وسوسوں سے خُدا کی پناہ میں آئیں اور اس طُوفانی دَور میں مِلّت کی ڈگمگاتی کشتی کو ساحلِ مُراد تک پہنچانے کے لیے اِجتماعی کوشش کریں جس میں نہ سُنّیت، شیعیت،

مہدویت کو دخل ہو، نہ عالم و مُفتی اور جاہل و مغربی تعلیم یافتہ کی تفریق کی جائے اور نہ پیشہ ورانہ تقسیم مِلّتِ اسلامیہ کے بُنیان مرصُوص کو جُدا کر رہی ہو۔
(خطبۂ صدارت بمقام چن پٹن بابت اپریل ۱۹۴۱ء)

عہدِ حاضر

میں نے عہدِ حاضر کے نوجوانوں کی فضا میں پرورش پائی ہے اس لیے اِن طائرانِ بام وحرم سے، جنھیں مقتدیانِ دین کہتے ہیں، کیا یہ اندازِ فکر کر سکتا ہوں کہ ان مرغانِ رشتۂ دریا کے تپیدن دل کا، جن کا اندازِ تفکر و تعقل بدل چکا ہے، اب وہ کسی بات کو محض اس لیے ماننے کو تیار نہیں کہ اُن کے باپ دادا نے یہ بات مانی تھی یا کسی قابلِ احترام بزرگ کی زبانِ فیض ترجمان سے یہ بات نکلی ہے۔ وہ آپ کی زبان سے نکلے ہُوئے ہر بول کو زمانۂ جدید کے محکِ براہین پر کس کے دیکھنا چاہتے ہیں اور ان کے لیے وہ اندازِ

کام نہیں دے سکتا جو آج سے چند سو برس پہلے لوگوں کو مطمئن کر دیا کرتا تھا۔
(خطبۂ صدارت بمقام چن پٹن —— اپریل ۱۹۴۱ء)

عادات و رسوم

معاشی پستی کی اصلاح کی صرف دو ہی صورتیں ہو سکتی ہیں ایک ایجابی اور دوسری سلبی۔ ایجابی صورت یہ ہے کہ مسلمان ایسے پیشوں کی طرف متوجہ ہوں جو ان کے لیے زیادہ سے زیادہ معیشت مہیا کر سکیں اور سلبی یہ کہ وہ ایسی عادتوں کو ترک کریں جو ان کی خوش حالی میں سدِ راہ ہیں۔ معاشرے کا ایک فرد بھی بے کار نہ رہنے پائے اور قومی ادارے اس مقصد کو اپنے فرائض میں داخل کر لیں۔ کہ ہر شخص کے لیے سامانِ معیشت بہم پہنچائیں گے اور ان عادات و رسوم کو مٹا دیں گے جو ہمارے اسراف کا اصل باعث ہیں۔
(خطبۂ صدارت بمقام چن پٹن بابت اپریل ۱۹۴۱ء)

مُسلمان جبلتاً سپاہی

ہر قوم کی طبیعت اور فطرت کا ایک خاص رُجحان ہوتا ہے اور اسی کو اس قوم کی خصُوصیت کہتے ہیں۔ مُسلمان جبلتاً سپاہی پیدا ہُوا ہے۔ اسلام کا بُنیادی اور اوّلین اصُول توحیدِ باری تعالیٰ ہر شخص میں ساری طاغوتی طاقتوں سے بے نیازی اور نڈر پن کا ایک ایسا جذبہ پیدا کرتا ہے جو مُسلمان ہونے والے دراوڑ اور برہمن کو بھی چھتری (سپاہی) بنا دیتا ہے۔ (خطبۂ صدارت چن پٹن اپریل ۱۹۴۱ء)

فوجی خدمات

ضرُورت ہے کہ اس جذبے (سپاہیانہ جذبے) کی اس طرح تربیت کی جائے کہ وہ گھٹنے کی بجائے بڑھتا رہے۔ اس کی بہترین صُورت یہی ہو سکتی ہے کہ مُسلمان فوجی خدمات کی طرف زیادہ سے زیادہ متوجّہ ہوں۔ میں مُسلمانوں سے توقع کرتا ہُوں کہ وہ اپنے ہر دو بچّوں

میں سے ایک کو فوجی خدمت کے لیے منتخب کریں۔ (خطبۂ صدارت چن پٹن اپریل ۱۹۴۱ء)

ابدی اور ازلی رُوسیاہی

مُسلم فرقہ جات کے ایسے جُداگانہ اجتماعی ادارے، جن کا فرض سماج میں ہمرنگی پیدا کرنا جماعتی خصوصیات کو برقرار رکھنا اور اپنی محدود جماعت میں ایسی تعلیمی اخلاقی اور مذہبی کوشش کرنا ہو جس سے مِلّت کا ایک جُز ایک صحت مند اور توانا جُز ثابت ہو اور مشترکہ اساسی اقدامات میں مِلّتِ اسلامیہ کی ہر جہتی سرفرازی اور فیروز مندی میں کامیاب حصّہ لے سکے تو یہ ایک مبارک اور قابلِ استحسان سعی ہے جو اگر اپنے حدود سے تجاوز نہ کرے اور اپنے توازنِ فکر و عمل کو برقرار رکھے تو مِلّتِ مرحومہ کے لیے حیات بخش ثابت ہو سکتی ہے۔ ایسی جُداگانہ مساعی، خصوصاً کسی مِلّت کے اجزا میں زیادہ ضروری ہو جاتی ہیں، جو مِلّتِ اسلامیہ کا

بہ اعتبارِ تعداد نسبتاً جُز ہوں اور ساتھ ہی ساتھ باعتبارِ عقائدِ مِلّت کے سوادِ اعظم کی بہ نسبت اپنا کوئی جُداگانہ خصُوصی نظام رکھتے ہوں مگر اپنے حدُود سے تجاوز نہ کریں۔ میں ایسے تجاوز کو تاریخ کے ہر دَور میں عمُوماً اور عہدِ حاضر میں خصُوصاً ایک ایسا گناہِ عظیم تصوّر کرتا ہُوں جس کی سزا عندالنّاس و عنداللہ ابدی اور ازلی رُو سیاہی کے سوا اور کچھ نہیں ہو سکتی۔ (خُطبۂ صدارت چن پٹن اپریل ۱۹۴۱ء)

اِسلام کا اِجتماعی نظامِ حیات

اِسلام نے اپنے اِجتماعی نظام کی اِبتدا عبادات سے کی اور اِنتہا نظامِ حکومت پر ہُوئی۔ اِسلام کی بتائی ہُوئی نمازوں اور اُس کے فرض کیے ہُوئے روزوں نے جہاں قلب و رُوحِ انسانی کو مرضات اللہ میں فنا ہونے کا درس دیا وہیں اُس کے حج اور اُس کی زکوٰۃ کے فرائض میں ساری دُنیا کے انسانوں کو ایک عالمگیر نظامِ اِجتماعی میں مُنسلک ہو کر

اپنی زندگی کو ایک کامیاب زندگی بنانے اور خدا کی خلافت کے منشائے حقیقی کو مکمّل کرنے کا سبق مِلتا ہے اور ہم اپنے نظامِ حیات کے کسی گوشے کو اسلامی نُور ہدایت سے محروم اور تاریک نہیں پاتے۔ (تقریر جلسہ سیزدہ صدسالہ واقعہ کربلا ـــــ بمقام حیدرآباد دکن ۱۹۴۱ء)

عقل سے محرُومی

میں کارلائل، سمتے، بوسورتے جیسے مُستشرقین کو اس لیے قابلِ معافی سمجھتا ہوں کہ ان کے نزدیک عیسائیت کے مُسلسل مُطالعے کی وجہ سے مذہب کا تصوّر ہی غلط تھا، وہ مذہب میں اِنسان کی اِجتماعی اور مدنی زندگی کے لیے کوئی مقام نہیں پاتے تھے، ان کو حیرت ہوتی تھی کہ ایک شخص جو لوائے رسالت ہاتھ میں رکھتا ہو، تاجِ نبوّت سے سرفراز ہو، اس کو اِنسانی حیاتِ دُنیاوی کے اِجتماعی پہلو سے کیا تعلق ہو سکتا ہے۔ وہ اگر تھوڑا غور کرتے تو ان کی سمجھ میں آ جاتا

کہ آخری فلاح و نجات کا اِنحصار تمام ادیانِ عالم کی تعلیمات میں بالاتّفاق دُنیاوی حیات کی کامیابی پر ہے اور تمام مُفکّرینِ عالم کے نزدیک انسان فطرتاً مدنی الطّبع واقع ہُوا ہے اس لیے اس کی دنیاوی زندگی ہیئتِ اجتماعی کی کامرانی کے بغیر کامیاب ہو ہی نہیں سکتی۔ لہٰذا وہ مذہب ناکام، ناقص اور ترقّی یافتہ اِنسانی جماعت کے لیے ناقابلِ قبول ہوتا جو اِنفرادی حیات کو سنوار رہا ہو اور اپنے اندر اجتماعی حیاتِ اِنسانی کے لیے کوئی آئین نہ رکھتا ہو۔ اگر اُنھوں نے خاتم النّبیینؐ کی حیاتِ طیّبہ کا غیر جانبدارانہ مُطالعہ کیا ہوتا تو ان کو محسُوس ہوتا کہ ایک ایسی ہستی جس نے تمام عمر غیروں کی اِصلاح میں صرف کر دی اور قدرت حاصل کرنے کے بعد بھی تعیّشاتِ دُنیا سے کوئی واسطہ نہ رکھا، اس پر اعتباری حکومت پسندی اور ذلیل دُنیاوی جاہ طلبی کا اِلزام عقل سے محرومی اور حقائق سے چشم پوشی کی بدترین مثال ہے۔

(تقریر جلسۂ سیزدہ صد سالہ واقعۂ کربلا حیدر آباد دکن ۱۹۴۱ء)

صراطِ مُستقیم

صراطِ مُستقیم کی منزل تک پہنچنے کی تمنّا رکھنے والو! صراطِ مُستقیم تمھارے سامنے شہدائے کربلا کی راہ ہے۔ خدا کرے کہ جس دولت کو تباہ ہوتے دیکھ کر امام حسین علیہ السّلام نے دشتِ کربلا کو اپنے لاڈلوں کے خُون سے لالہ زار بنا دیا تھا ہم اس دولت کو ایک مرتبہ پھر پالیں اور ایک مرتبہ پھر ہم دُنیا میں قوانینِ الٰہیہ کو نافذ ہوتا دیکھ سکیں۔ (تقریر جلسہ سیزدہ صد سالہ واقعۂ کربلا حیدر آباد دکن)

عالمِ کشمکش

میری حالت ایک ایسے باز کی ہے جسے بُلبل کی طرح پنجرے میں بند کر دیا گیا ہو اور جس پر فضائے بسیط ممنُوع کر دی گئی ہو۔ حیدر آباد کی تنگ زمین میرے طائرِ پرواز کے لیے فی الحقیقت ایک قفس سے کم نہیں ہے۔ جی میں آتا ہے کہ تیلیاں توڑ کر باہر نکل پڑوں لیکن حیدر آباد کے اتنے حقُوق مجھ پر ہیں کہ وہاں کے مُسلمانوں

کو اس کشمکش میں چھوڑ دینا اِحسان فراموشی سے کم نہ ہو گا۔ اس لیے مجبور ہوں اور کوشش کر رہا ہوں کہ وہی کام جو آپ کی قیادت میں برِّ صغیرِ ہند میں ہو رہا ہے، میری ناچیز مساعی سے دکن میں ہو۔ میری تمام دُعائیں اور بہترین توقعات آپ کے ساتھ ہیں۔ خدا آپ کو اچھا رکھے اور مُسلمانوں کو آپ کے پہچاننے کی توفیق عطا فرمائے۔ (قائدِ اعظم کے نام مکتوب ماخوذ از مکتوباتِ نواب بہادر یار جنگ)

میں کسی تعریف کا مستحق نہیں

اسلام کی بُنیادی تعلیم یہ ہے کہ ساری تعریف کا مُستحق صرف خُدا ہے۔ الحمدللہ اگر مجھ میں کوئی چیز قابلِ تعریف ہے تو اس کا مُستحق بھی میں نہیں بلکہ میرا بنانے والا ہے۔ سوائے خدا کے کسی کی تعریف نہ کیجیے۔

(مکتوب بنام ادیب الملک ناظر حسین عقیل صاحب ۴ جنوری ۴۳ء)

پاکستان پر یقینِ کامل

پاکستان کی خاطر میں نے صُوبہ سرحد کا بھی دورہ

کیا۔ میں اُن لوگوں میں سے ہوں جو پاکستان پر یقینِ کامل رکھتے ہیں۔ قائدِ اعظم مدظلہٗ سے ریاستی مسائل کے سلسلے میں میرا کوئی اختلاف نہیں ہے۔ اس کے برخلاف میں نے آج تک ان کی مرضی کے بغیر کوئی قدم نہیں اُٹھایا ہے۔ میری سیاسی زندگی کی ہر منزل میں وہی میرے رہنما رہے ہیں۔

(مکتوب بنام ایڈیٹر زمزم ۲۷ر نومبر ۱۹۴۲ء)

پاکستان میری منزل

پاکستان میری منزلِ مقصود، اس کے لیے ممکنہ سعی میرا فرض، اس منزل کی طرف بڑھنے کا جو راستہ میرے لیے متعین کیا گیا ہے، وہ ریاستی مسلمانوں کی تنظیم ہے۔ الحمدللہ اس میں سرگرم ہوں اور رہوں گا۔ جب فرصت ملتی ہے یا حکم ہوتا ہے تو اپنے حدودِ عمل سے باہر آ کر بھی ممکنہ خدمت انجام دیتا ہوں اور انشاءاللہ آیندہ بھی دوں گا۔

(مکتوب بنام ایڈیٹر زمزم)

قانون سازی

ہندوستان کی تمام سیاسی کشمکش کا حل پاکستان کو سمجھتا ہوں۔ میرے خیال میں پاکستان کے لیے ہر قسم کی سعی و کوشش حرام ہے اگر پاکستان سے الٰہی اور قرآنی حکومت مراد نہیں ہے، جس میں قانون سازی کا بنیادی حق صرف خدائے قدوس کو حاصل ہو اور ہمارے بنائے ہوئے قوانین اس کی توضیح و تشریح کریں۔

(مکتوب بنام ایڈیٹر زمزم)

قرآنی نظام

میں زندگی کے ہر گوشے اور حیات کے ہر پہلو کے لیے قرآنی نظام کو کافی اور شافی سمجھتا ہوں، چاہے حیاتِ انسانی کا وہ گوشہ اخلاقی ہو یا علمی، اقتصادی ہو یا سیاسی، حالتِ امن سے متعلق ہو یا جنگ سے۔ یہی وجہ ہے کہ نہ روس کا قائل ہوں نہ کارل مارکس کا، نہ لینن کا قائل ہوں نہ ٹالسٹائی کا، نہ اپنی

نسبت کا قائل ہوں نہ گاندھی کا اور اپنی بغاوت کا اقرار کرتا ہوں اگر جناح اور مشرقی بھی اس کے سوا کوئی اور نظام چاہتے ہیں تو اُن کا بھی قائل نہیں ہوں۔

(مکتوب بنام ایڈیٹر زمزم)

ایک مرکز

میں قیامِ عدل کے لیے کسی جماعت کا قائل نہیں ہوں۔ مسلمانوں میں جماعتوں ہی کی کثرت نے ذہن و فکر کا پھر عمل کا اختلاف پیدا کیا۔ اپنی زندگی کے سارے مقاصد ہی کو ایک مرکز کے ذریعہ پورا کرنے کی کوشش کیجیے۔ اگر اس کے مواقع آج نہیں ہیں تو مواقع پیدا کرنے ہی کو مقصدِ حیات بنا لیجیے۔ (مکتوب بنام ایڈیٹر زمزم)

حیدر آباد کی سلطنت

میں سمجھتا ہوں، بالآخر مجھ کو شکست ہوگی۔ حیدر آباد کی سلطنت مسلمانوں کے ہاتھ سے

جائے گی اور ہندوستان کے سمندر میں حیدرآباد بھی ایک موج کی طرح لہرائے گا۔ دو سو برس کے حاکم ازلی ابدی غلام بن جائیں گے۔ یہ بھی دیکھ رہا ہوں کہ یہ سب کچھ بے وجہ نہیں ہو رہا ہے۔ مسلمانوں نے اپنی عدم جمعیت، خلاف ورزیٔ قوانینِ الٰہی، سستی، عیش پسندی، اور کاہلی کی وجہ سے اپنے آپ کو اس تمام عذابِ الٰہی کا مستحق بنا لیا ہے اور خیر اسی میں ہے کہ اگر وہ پھر سے مسلمان نہیں بن سکتے تو کفر ہی کو اپنا دوست بنا لیں لیکن کیا کروں، ان سب باتوں کو جاننے کے باوجود طبیعت ادھر نہیں آتی۔ اسلامی سلطنت کے تصوّر میں جی رہا ہوں۔ اسلامی سلطنت کو پیدا کروں گا یا اسی تصوّر میں ہمیشہ کے لیے دُنیا سے آنکھ بند کر لوں گا۔ اس کو طبیعت گوارا نہیں کرتی کہ جن پر چھ سو برس سے حکومت کی ہے ان کے سامنے سرِ اطاعت خم کر دوں۔

(ماخوذ از مکتوباتِ نواب بہادر یار جنگ)

روٹی کا لالچ

اسلام کی بنیاد خدا کے وجود پر ایمان ہے، اور اگر مسلمان اس سے ہٹ رہا ہے تو اسلام سے ہٹ رہا ہے، سیدھے راستے سے ہٹ رہا ہے، خیر سے ہٹ کر شر کی طرف جا رہا ہے، سلامتی کی منزل سے منہ موڑ کر تباہی کے غار میں گرنا چاہتا ہے۔ میں اس اجلاس میں اعلان کرتا ہوں کہ ہمارے پنڈال سے وہ لوگ اٹھ جائیں جو خدا کے انکار پر اپنے معاشی نظام کی بنیاد رکھتے ہیں، قرآن کے واضح اور اٹل احکامات میں تحریف و اضافہ کر کے مسلمانوں کو دھوکا دینا چاہتے ہیں اور روٹی کپڑے کے بدلے مسلمان کا ضمیر اور اس کا ایمان خریدنا چاہتے ہیں۔

(تقریر آل انڈیا مسلم لیگ کے ۳۱ ویں اجلاس منعقدہ کراچی ۲۷ دسمبر ۴۴ء)

شیطانی سیاست

پاکستان کے دستور کی بنیاد کتاب اللہ، اور سنت رسول اللہ پر اگر نہیں تو وہ شیطانی سیاست ہے اور ہم اس سے خدا کی پناہ مانگتے ہیں۔ کیا ناپاکیوں

کا مرکز بن کر، جھوٹ کو اپنے روز مرہ کا شعار بنا کر، مکر و فریب میں مبتلا رہ کر، ظلم و استبداد کو جاری رکھ کر، ہم یہ توقع کر سکتے ہیں کہ ہم پاک ہیں۔ اگر ہم گندگیوں سے پاک نہ ہوئے اور ہمیں خود مختار حکومت مل بھی گئی تو کیا وہ پاکستان کہلانے کی مستحق ہو گی۔ (آل انڈیا مسلم لیگ کے ۳۱ ویں اجلاس منعقدہ کراچی ۲۶ دسمبر ۴۳ء کی تقریر سے ماخوذ)

آخری نصیحت، آخری دعا

مکر و فریب کی سیاست طالبانِ پاکستان کی سیاست نہیں ہو سکتی۔ راستے کے خطرات سے میں آپ کو آگاہ کیے بغیر نہیں رہ سکتا۔ وقت کے تند و تیز طوفان میں اس امکان کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا کہ ابتلاء و آزمائش کی کٹھن ساعتوں میں کتنے ہی ساتھی بچھڑ سکتے ہیں۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ میں آیندہ آپ کے درمیان نہ رہوں۔ میری آرزو ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو آپ کے عظیم مقاصد میں عظیم کامیابی عطا کرے۔ خدا حافظ

وَ آخِرُ دعوانا اَنِ الحَمدُ لِلّٰہِ رَبِّ العَالَمِین ؕ

(آل انڈیا مسلم لیگ کے ۳۱ ویں اجلاس میں قائدِ ملت کی تقریر)

پاک بک سیریز

آغا خان	حضرت عثمانؓ	سلطان محمد فاتح	غوث اعظمؒ
امام رازی	حضرت عمر فاروقؓ	سر سید احمد خان	کمال اتاترک
ابن عربی	حضرت علاؤالدین صابر	سید احمد شہید	قائداعظم محمد علی جناح
امام ابن تیمیہ	حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ	سید امیر علی	مولانا احمد رضا خان
البیرونی	حضرت عائشہؓ	سلطان ٹیپو	مجدد الف ثانیؒ
امیر تیمور	حضرت عیسیٰؑ	سراج الدولہ	مولانا رُوم
امام غزالی	حضرت موسیٰؑ	شاہ ولی اللہ	محترمہ فاطمہ جناح
اکبر اعظم	حضرت علیؓ	شیر شاہ سوری	مہاتما بدھ
اکبر اعظم کے نورتن	حضرت ابوبکر صدیقؓ	شاہ عبداللطیف بھٹائی	محمد بن قاسم
اورنگ زیب عالمگیر	حیدر علی	شاہ جہاں	محمود غزنوی
امیر خسرو	خواجہ معین الدین چشتیؒ	صدر ایوب	نور جہاں
بھٹے شاہ	خالد بن ولید	صلاح الدین ایوبی	وقار الملک
بابا فرید گنج شکرؒ	داتا گنج بخشؒ	طارق بن زیاد	وارث شاہ
جہانگیر	رضیہ سلطانہ	ظہیر الدین بابر	ہارون رشید
چاند بی بی	زرتشت	عمر بن عبدالعزیز	یاجوج ماجوج
حضرت امام حسینؓ	سلیمان اعظم	علاؤالدین خلجی	

لاہور ○ راولپنڈی ○ منگلا
پشاور ○ حیدرآباد ○ کراچی